بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (یارِ من) صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (یارِ من) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیوایرا میگزین

****

"کیا کر رہی ہو یہاں؟"اپنے سر پر کھڑے شخص کو دیکھا۔اسکی بات سن کر آنکھوں میں نمی تیر گئی تھی۔وہ اسے کیا کہتی کہ دولہن اپنے دولہا کے روم میں کیا کرتی ہے؟حالانکہ وہ جانتی تھی کہ یہ نکاح اسکی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں جواب دو"۔وہ چند گھنٹوں کی دولہن جو اس وقت اپنے شوہر کے کمرے میں لائی گئی تھی اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔

"وہ انکل"۔

"انکل نے شادی کروائی ہے تو انہی سے پوچھو کہ کہاں رہنا ہے۔میرے سر پر تو عذاب مسلط کر دیا ہے اب کیا۔۔۔"ابھی وہ کچھ کہتا اس سے پہلے ہی شہلا اسکی آواز پر وہاں آ گئیں۔

"کس طرح بات کر رہے ہو اس سے؟"

"امی یار پلیز لیکر جائیں اسے یہاں سے"۔وہ چڑ کر بولا تو شہلا نے ایک نظر سامنے کھڑی من موہنی سی لڑکی کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔

"بیوی ہے تمہاری یہیں رہے گی اور کہاں جائے گی؟"

"اوہ رئیلی؟"وہ استہزائیہ ہنسا۔

"مجھ سے پوچھ کر شادی کروائی تھی آپ لوگوں نے؟زبردستی مسلط کیا ہے اسے مجھ پر۔اگر پاپا کو اسکا دولہا پسند نہیں آیا تھا تو عین وقت پر مجھ سے شادی کروانے کی کیا ضرورت تھی۔اس سے شادی کرنے سے تو بہتر تھا کہ میں ساری عمر کنوارہ ہی رہتا۔پتا نہیں پاپا کو کیا پسند آیا ہے

اس میں"۔وہ نخوت سے بولا۔وہ ساری بات انگلش میں کر رہا تھا جبکہ وہ خاموش تماشائی بنی سب کچھ سن رہی تھی۔

"کس طرح بات کر رہے ہو؟"شہلا کو امید تھی کہ وہ ان سے خفا ہو گا مگر اتنا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

"اسے کونسا سمجھ آجانی ہے کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں"۔اس نے عدن کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔

"بیہیو یور سیلف عمر"۔وہ غصے سے کہتیں عدن کو لیکر باہر آگئیں۔

عدن کی شادی شاہمیر سے ہو رہی تھی۔فاروق صاحب,شہلا عمر کے ساتھ وہ شادی اٹینڈ کرنے ہی آئے تھے۔مہندی والے دن انہیں پتا چلا کہ وہ لڑکا ایک فراڈ ہے۔اس لئے انہوں نے اس سے رشتہ توڑ کر عدن کا نکاح عمر سے کروا دیا تھا۔وہ اس شادی کے لئے بالکل بھی راضی نہیں تھا مگر پاپا کی ایموشنل بلیک میلنگ کی وجہ سے اسے یہ نکاح کرنا پڑا تھا۔

"اسے تھوڑا ٹائم لگے گا اس رشتے کو سمجھنے میں۔اسے ایکسیپٹ کرنے میں۔تم اس کی باتوں کا برا مت ماننا"۔شہلا اسے کپڑے دیتے ہوئے سمجھا رہی تھیں۔وہ خاموش بیٹھی سب سن رہی تھی۔

"جاو چینج کر لو میں اتنے کھانا لگاتی ہوں"۔شہلا نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

New Era Magazine

"نہیں۔مجھے بھوک نہیں ہے"۔

"تم نے کچھ نہیں کھایا ہوا۔ایک منٹ رکو"۔ابھی شہلا کچھ کہتیں اس سے پہلے ہی وہاں انکے شوہر آ گئے۔

"سوئیٹی یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"وہ حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"وہ عمر۔۔۔"شہلا کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی گئی۔

"دماغ خراب ہے اس لڑکے کا۔اس نے تمہیں جانے کو کہا اور تم آ گئیں؟"وہ سامنے کھڑے وجود پر برسے۔

"میں کیا کرتی؟"وہ منمنائی۔

"تو اب ہم کیا کریں؟ہمیں سونا ہے تو کائنڈلی آپ باہر جائیں"۔وہ سرد لہجے میں بولے۔انداز بالکل بیگانوں کا سا تھا۔وہ حیران سی یک ٹک انہیں دیکھے گئی۔

"کہاں جائے گی یہ؟"شہلا بھی حیرت سے بولیں۔

"جس کی بیوی ہے اسے پتا ہو یا اسے پتا ہو۔باہر چلو شاباش"۔بیوی کو کہتے ہوئے انہوں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روم سے باہر نکال دیا۔

"یہ کیا کیا ہے آپ نے؟"شہلا چکرا کر رہ گئیں۔کہاں آج وہ خود اسے بیاہ کر لائے تھے اور اب کمرے سے نکال رہے تھے۔باہر کھڑی دولہن آنسو پیتی دروازے سے ہٹ گئی کہ شاید اسکی قسمت میں ٹھوکریں کھانا ہی لکھا تھا۔

New Era Magazine

رات کے تین بجے وہ پانی پینے کے لئے اٹھا تو جگ خالی تھا۔ وہ کچن میں آیا تو وہ میز پر سر رکھے کرسی پر سمٹی بیٹھی تھی۔ ٹھنڈ کی وجہ سے وہ کانپ رہی تھی۔ عمر کے آنے کی آہٹ سن کر وہ سیدھی ہو گئی۔

"یہاں کیا کر رہی ہو اس وقت؟" وہ حیرت سے بولا کیونکہ اس وقت اسے شہلا کے پاس ہونا چاہیئے تھا۔

"بیٹھی ہوئی ہوں"۔ وہ چڑ کر بولی۔

"یہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے۔ میں وجہ پوچھنا چاہتا ہوں تمہارے یہاں بیٹھنے کی"۔ وہ ابھی بھی حیران تھا۔

"انکل نے کمرے سے نکال دیا"۔ وہ عام سے لہجے میں اسے بتا رہی تھی بلکہ اس پر بم پھوڑ رہی تھی۔

"واٹ؟ تم پاگل ہو گئی ہو۔ وہ تمہیں روم سے کیسے نکال سکتے ہیں اتنی ٹھنڈ میں باہر؟" ابھی تو اسے ماں کے رویے پر حیرانی کم نہیں ہوئی تھی کہ باپ کا سن کر وہ مزید حیران رہ گیا۔

"جیسے آپ نے نکالا تھا"۔ وہ اب بھی عام سے لہجے میں ہی بولی تھی۔

"چینج کیوں نہیں کیا ابھی تک؟" وہ بات بدلتے ہوئے بولا۔

"کہاں کرتی؟" وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی کیونکہ وہ اسوقت دو کمروں کے فلیٹ میں موجود تھے۔ جن میں اٹیچ باتھ اور ایک کچن تھا۔

New Era Magazine

"میں کچھ کرتا ہوں"۔وہ جھنجھلایا ہوا باہر نکل گیا۔وہ امی کا دروازہ ناک کرتا رہا مگر دروازہ نہیں کھلا۔کچھ سوچ کر وہ واپس آیا۔

"روم میں چلو"۔

"جی؟"اسے حیرانی ہوئی کہ تھوڑی دیر پہلے اسی نے اسے باہر نکالا تھا۔

"روم میں چلو۔وہاں واش روم ہے چینج کر لو۔آج رات میں تمہارے ساتھ روم شیئر کر رہا ہوں۔کل تو ہم گھر چلے جائیں گے وہاں جہاں دل کرے وہیں رہ لینا"۔وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا کمرے میں چلا گیا۔ناچار اسے بھی پیچھے آنا پڑا۔

وہ نہا کر واپس آئی تو وہ بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔کمرہ نیم تاریک تھا۔"سو جاو"۔اس نے بیڈ کے سنٹر میں کشنز رکھ کر ایک لائن بنادی تھی۔وہ آہستہ سے چلتے ہوئے بیڈ کے دائیں طرف آگئی۔

"میں نے تمہیں یہاں سونے کی پرمیشن دی ہے اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنالیا ہے۔انسانیت کے ناطے یہ سب کر رہا ہوں میں؟"سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی سائیڈ کا لیمپ بند کر دیا۔

"انسانیت کے ناطے لڑکی کو روم میں لا کر اس کے ساتھ بیڈ شئیر کیا جاتا ہے؟سٹوپڈ,ایڈیٹ,ڈفر"۔وہ دل ہی دل میں بڑبڑا کر رہ گئی۔

صبح وہ اٹھی تو اسکی نظر عمر پر پڑی جو ابھی تک سو رہا تھا۔"بے وقوف"۔وہ مسکراتے ہوئے واشروم میں گھس گئی۔فریش ہو کر وہ کچن میں آئی تو شہلا اسے دیکھتے ہوئے پیار سے بولیں۔

New Era Magazine

"کیسا ہے میرا بچہ؟"

"آج تو میں بہت حیران ہوں"۔وہ سلیب پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کیوں؟"شہلا حیرت سے بولیں تو اس نے رات والی بات یاد آتے ہی خفگی سے منہ پھولا لیا۔

"آپ سے تو میں ناراض ہوں پھر آپ کو کیوں بتاوں؟"وہ خفگی سے کہتی پانی پینے لگی۔

"میں کیا کرتی تم نے خود دیکھا تھا ان کو"۔شہلا افسوس سے بولیں تو سلیب سے اتری اور مسکرا کر انہیں چولہے کے سامنے سے ہٹایا۔

"یہ چائے میں بناتی ہوں۔آپ پلیز مجھے ایک سینڈوچ بنا دیں"۔شہلا ہنس کر اس کے لئے سینڈوچ بنانے لگ گئیں کہ جانتی تھیں اسے ان کے ہاتھ کے سینڈوچ پسند ہیں۔

"یہ لو۔ایسا کرتے ہیں ساتھ بیٹھتے ہیں"۔ابھی شہلا مزید کچھ کہتیں اس نے بات کاٹ دی۔

"بالکل بھی نہیں۔ہم دونوں کے ہسبینڈز کو ہمیں ساتھ میں دیکھ کر بہت برا لگے گا۔اس لئے آپ اپنے ان کے پاس جائیں میں لان میں جا رہی ہوں"۔مسکرا کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔شہلا اسے دیکھ کر رہ گئیں۔اسکا مزاج دھوپ چھاوں کی طرح بدلتا تھا۔اپنے دکھ کو وہ اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتی تھی۔زندگی کی محرومیوں کو اس نے دوسروں پر عیاں کرنا نہیں سیکھا تھا۔نہ جانے عمر کیا کرنے والا تھا۔انہی کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ روم کی طرف بڑھ گئیں۔

عمر سو کر اٹھا تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔شکر ادا کرتا وہ فریش ہو کر نکلا۔الماری میں اپنی مطلوبہ شرٹ ڈھونڈتا رہا مگر نہیں ملی۔تھک ہار کر ماں کا خیال آیا تو انکے روم میں آگیا۔

"امی یار میری بلیو شرٹ نہیں مل رہی ہے۔پلیز دیکھ دیں"۔شہلا اپنے روم میں فاروق صاحب کے ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھیں جب عمر وہاں آیا۔اسے دیکھ کر فاروق صاحب نے خفگی سے منہ پھیر لیا۔شہلا کے دل پر چوٹ لگی۔وہ کبھی بھی اپنے بیٹے سے خفا نہیں ہوئے تھے۔

"اپنی بیوی سے کہو دیکھ دے گی"۔جواب پاپا نے دیا تھا۔وہ بیوی کا لفظ سن کر ہی سٹپٹا گیا۔

"امی پلیز نا"۔وہ ملتجی ہوا۔

"مجھے تمہاری امی سے کچھ بات کرنی ہے جاو اپنی بیوی سے کہو۔اور آئندہ اسی سے کہا کرو"۔وہ قطعیت سے بولے تو وہ سر جھکا کر باہر نکلنے لگا جب انکی آواز پر رکا۔

"ناشتے کے بعد نکلنا ہے ہمیں اسی حساب سے تیار ہو جانا"۔

"اوکے"۔وہ سر جھکائے باہر نکل آیا کہ جانتا تھا کہ پاپا اس سے ناراض ہیں۔

وہ کچن میں اسے دیکھتا ہوا لان کی طرف آیا تو اسے وہیں پایا۔وہ ہری ہری گھاس پر زرد رنگ کے لباس میں بیٹھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اسے دیکھ کر عمر نے اپنا سر جھٹکا اور اسکی طرف آیا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو؟"سر کھجاتے ہوئے اس نے بات کا آغاز کیا۔جواب میں عدن نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر کپ منہ سے لگا لیا۔جب کافی دیر وہ کچھ نہیں بولی تو اسکی خاموشی سے وہ چڑ گیا۔

"تمہارے گھر والوں نے تمہیں سکھایا نہیں کہ سوال کا جواب بھی دیا جاتا ہے"۔ وہ تپ کر بولا۔

"تمہارے گھر والوں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسکا نمونہ کل دیکھ چکی ہوں میں۔ لہذا میرے گھر والوں کے بارے میں بالکل بھی کوئی غلط بات مت کرنا"۔ جوابا وہ پھنکاری تھی۔ عمر تو اسکی دیدہ دلیری پر دنگ رہ گیا۔ یہ کل والی لڑکی تو کہیں سے نہیں لگ رہی تھی۔

"یہ تو بالکل ہی جاہل ہے۔ اسے اتنی بھی سنس نہیں ہے کہ اپنے ہسبینڈ سے کیسے بات کرنی ہے۔ ایک دن کی دولہن ایسے بولتی ہے کیا؟" وہ زیر لب بڑبڑایا مگر وہ سن چکی تھی۔

"تو آدھے دن کا دولہا کیا ایسے بی ہیو کرتا ہے جیسا تم کر رہے تھے رات کو؟ پتا نہیں کیا کیا بکواس کر رہے تھے"۔ وہ غصے میں غرائی۔

"میری بات سنو میں تمہارے ساتھ بھاگ کر نہیں آئی ہوں جو تمہاری باتیں سنوں گی۔ مجھے ان لڑکیوں میں سے بالکل مت سمجھنا جو شوہر کی ہر بات سن کر اکیلے میں رو لیتی ہیں۔ مجھے جواب دینا آتا ہے"۔ وہ انگلی اٹھائے اسے تنبیہ کر رہی تھی جبکہ عمر شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پاپا نے مجھے کہاں پھنسا دیا ہے؟" وہ افسردگی سے بولا۔

"اسکی ہیلپ لینے سے تو اچھا ہے کہ میں خود شرٹ ڈھونڈلوں"۔وہ بڑبڑاتا ہوا واپس پلٹ آیا جبکہ وہ دوبارہ اپنی چائے کی طرف متوجہ ہو گئی۔چہرے پر کہیں بھی ناگواری کا شائبہ تک نہ تھا۔وہ اب مزے سے موسم انجوائے کر رہی تھی۔

وہ شام کو گھر پہنچ گئے تھے۔ہارن کی آواز پر سولہ سالہ گول مٹول سی رابعہ خوشی سے بھاگتی ہوئی انکی طرف آئی۔پتلی دبلی اٹھارہ سالہ آمنہ اسکے پیچھے ہی تھی۔

"ڈونٹ سے کہ یہ آپکی کوئی ریلیٹو ہے؟"آمنہ کو دیکھتے ہوئے اس نے شہلا کے کان میں سرگوشی کی۔

"یہ ریلیٹو نہیں بیٹی ہے میری"۔شہلا نے اصلاح کی تو وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"یار یہ ہٹلرز آپ کے گھر میں ہی کیوں پیدا ہو گئے ہیں؟"وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔آواز ہلکی تھی سو شہلا سن نہیں سکیں۔تبھی رابعہ خوش سی سے ان سے لپٹ گئی۔

"کیسی ہیں امی؟میں نے آپکو بہت مس کیا"۔رابعہ ان سے لپٹے بولے جا رہی تھی ان دونوں کو ایسے دیکھ کر عدن کے دل میں عجیب سی فیلنگز پیدا ہوئی تھیں۔وہ تو ممتا کے لمس تک سے انجان تھی۔یہ سب اسکے لئے نیا تھا۔شہلا کا اسے پیار کرنا,رابعہ کا ان سے لپٹنا سب کچھ۔بہت مشکل سے اس نے خود کو کمپوز کیا۔

"یہ کون ہے؟"آمنہ نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا تو رابعہ نے بھی سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔وہ سب کے پیچھے کھڑی تھی۔

New Era Magazine

"یہ بھابھی ہیں تمہاری"۔پاپا کی بات سن کر آمنہ کو اچھو لگ گیا تھا۔

"بھابھی؟یہی کہانا آپ نے؟"اسے لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے جبکہ رابعہ خوشی سے اس سے لپٹ گئی تھی۔

"رابعہ دھیان سے گر جائے گی وہ"۔وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔شہلا اگر اسے وقت پر نہ تھامتیں تو وہ واقعی میں گر ہی جاتی۔

"آمنہ آپ نہیں ملیں گی؟"پاپا نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بادل نخواستہ اس سے ملی۔

"اب کیا یہیں پر کھڑے رکھو گے یا اندر بھی چلو گے"۔شہلا نے مسکرا کر کہا اور عدن کو اندر لے آئیں۔آمنہ تو ابھی تک شاک میں ہی تھی۔

"یہی ملی تھی شادی کرنے کے لئے؟"آمنہ نے عمر کو دیکھتے ہوئے خفگی سے کہا۔

"ملی نہیں زبردستی پکڑائی گئی ہے"۔وہ بے بسی سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔اندر چلو"۔سر جھٹک کر وہ اندر آگیا جبکہ آمنہ اسی کو سوچتی رہی۔

تین ماہ پہلے آمنہ کی عدن سے ملاقات ہوئی تھی۔وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ کالج کے ٹرپ پر آئی ہوئی تھی۔وہ لوگ ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے لئے رکے تھے۔آمنہ اور اسکی کچھ فیلوز ایک ٹیبل پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں جب ایک ویٹر سے غلطی سے چائے آمنہ کے کپڑوں

New Era Magazine

پر گر گئی۔وہ سوٹ اسے عمر نے برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا۔اس نے آج پہلی دفعہ ہی وہ پہنا تھا۔ اپنے نئے سوٹ کی ایسی حالت دیکھ کر وہ ویٹر پر برس پڑی۔

عدن ساتھ ٹیبل پر بیٹھی تھی۔کافی دیر تک یہ سب تماشہ دیکھتی رہی۔ویٹر بار بار سوری کر رہا تھا مگر وہ تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔جب عدن سے برداشت نہ ہوا تو اٹھ کر اسکے پاس چلی آئی۔

"کیا تماشہ لگا رکھا ہے؟"وہ آمنہ کو دیکھتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

"تم سے مطلب؟"غصے میں وہ ادب تمیز سب کچھ بھول چکی تھی اس لئے چیخ کر بولی۔

"آواز نیچی رکھ کر بات کرو"۔وہ دبی آواز میں چیخی۔

"سے سوری ٹو ہم۔"اسکی اگلی بات پر آمنہ کا منہ کھل گیا۔

"کپڑے اس نے میرے خراب کئے ہیں۔میں نے اسکے نہیں جو میں سوری کروں"۔وہ حیرانگی اور غصے سے بولی جیسے سامنے کھڑی لڑکی کا دماغ خراب ہو جو اس نے ایسی بات کہی ہو۔

"کب سے یہ تم سے اپنی غلطی کی معافی مانگ رہے ہیں۔تم ہو کہ سر پر ہی چڑھے جا رہی ہو۔ سوری کرو"۔آخر میں وہ قدرے تحکمانہ انداز میں بولی۔

"رہنے دو بٹیا"۔ویٹر نے سر جھکائے کہا جو سب کے سامنے اچھا خاصہ تماشہ بن چکا تھا اب مزید نہیں بننا چاہتا تھا۔

"کیوں رہنے دوں؟آپ کی عزت نہیں ہے کیا جو یہ کب سے آپ سے بد تمیزی کر رہی ہے اور آپ برداشت کر رہے ہیں۔دور کھ کر لگائیں ساری عقل ٹھکانے لگ جائے گی"۔اب وہ ویٹر پر برس رہی تھی جو بے بسی سے مسکرا دیا۔

"یہ تو میری جاب ہے"۔

"خان بابا آپ نہیں سدھریں گے"۔وہ خفگی سے انہیں دیکھ کر بولی تو وہ پھر مسکرا دیئے۔وہ وہاں کی ریگولر کسٹمر تھی۔وہاں موجود ہر ورکر کو وہ اچھے سے جانتی تھی۔وہ لوگ بھی اسے جانتے تھے۔اسکے اخلاق کی وجہ سے ہی وہ وہاں پر بہت مقبول تھی۔

"چھوڑیئے بٹیا۔آپ کی چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔آئیں میں دوسری لاتا ہوں"۔ویٹر نے اسے وہاں سے لے جانا چاہا۔وہ ایک دم آمنہ کی طرف مڑی اور خان بابا کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیکر اسکے کپڑوں پر گرا دیا۔

"تم نے انکی غلطی سے زیادہ انہیں سنا دیا تھا۔اب حساب برابر ہوا ہے"۔مزے سے کہتی وہ اپنی ٹیبل کی طرف بڑھ گئی جبکہ آمنہ منہ کھولے اپنے کپڑوں کو دیکھتی رہ گئی۔ٹیچرز کے آ جانے کی وجہ سے وہ اسے کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

امی نے اسکا سامان عمر کے کمرے میں رکھا تو وہ تلملا کر رہ گیا مگر پاپا کے سخت رویے کی وجہ سے خاموش رہا۔

وہ کھانا کھا کر لان میں چلی گئی۔رابعہ اسکے پیچھے وہیں آگئی۔اسے اپنی سرخ وسفید سی بھابھی بہت پسند آئی تھی۔آمنہ عمر کو پکڑ کر بیٹھ گئی کہ اس سے شادی کیوں کی ہے؟اتنی جلدی کیوں کی؟ہم سے پوچھا کیوں نہیں؟کچھ بتایا کیوں نہیں؟وہ خاموشی سے سنتا رہا کہتا بھی تو کیا کہ اس بارے میں تو اس سے بھی نہیں پوچھا گیا صرف بتایا گیا تھا۔

رات کھانے کے بعد پاپا عدن کو اپنی لائبریری میں لے گئے تھے۔وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔پاپا خود بھی سونے چلے گئے مگر وہ لائبریری میں ہی گھسی رہی۔

رات بارہ بجے کے قریب وہ کمرے میں آئی تو کمرے کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔وہاں شاید کچھ دیر پہلے طوفان آیا تھا۔بیڈ پر نظر ڈالی تو سامنے عمر دنیا جہان سے بے نیاز سو رہا تھا۔اسے اس پر شدت سے غصہ آیا۔

کتابیں,کشنز,کپڑے سب کچھ فرش پر بکھرا ہوا تھا۔عمر پر طائرانہ نگاہ ڈالتی وہ چیزیں پھلانگتی ہوئی بیڈ پر آئی درمیان میں کشنز رکھے اور سو گئی۔

صبح عمر کی آنکھ کھلی تو وہ گیلے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔وائٹ ڈریس پر اسکے کالے گیلے بال پشت پر پڑے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔اس نے دوبارہ سے سر جھٹک کر روم کا جائزہ لیا۔

کمرے میں چیزیں ویسے ہی بکھری پڑی تھیں۔وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

New Era Magazine

"سنورات میں اپنی فائل ڈھونڈرہاتھاتو یہ سب بکھر گیا۔اسے سیٹ کردیناپلیز"۔وہ شیشے میں اسکے عکس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کس خوشی میں؟"وہ بالوں کو سلجھاتی ہوئی بولی۔عمر پرایک نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی۔اسکے جواب پر وہ حیران رہ گیا۔

"کیا کہاتم نے؟"وہ غصے سے بولا۔

"میں کس خوشی میں سیٹ کروں یہ سب؟میں نے بکھیرا ہے یہ سب؟نہیں نا۔تو میں کیوں کروں؟خود کرو"۔شان بے نیازی سے کہتی وہ برش سنگھار میز پر اچھال کر باہر نکل گئی۔وہ اسے دیکھتارہ گیا۔

اسکے نکلتے ہی آمنہ ہنستی ہوئی کمرے میں آئی مگر بکھرا ہوا کمرہ دیکھ کر اسکے دانتوں کو بریک لگ گئی۔

"کرواب خود سیٹ۔اس نے انکار کردیاہے۔اور آئندہ اپنے فضول مشورے اپنے پاس رکھنا میں خود ڈیل کرلوں گااسے"۔غصے سے کہتاوہ واش روم میں گھس گیا جبکہ آمنہ اپناپلین ناکام ہوتادیکھ کر افسردہ ہوگئی۔

وہ خاموشی سے چیزیں سمیٹنے لگی۔اسی کے مشورے پر عمر نے روم کی حالت بگاڑی تھی۔وہ اسے تنگ کرناچاہتے تھے مگراس نے تو پروں پر پانی تک نہ پڑنے دیا۔

New Era Magazine

وہ دونوں باہر آئے تو وہ جا چکی تھی۔ کہاں یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ دونوں حیران ہوئے تھے کیونکہ گھر سے امی یا پاپا کو بتائے بغیر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ شہلا نے اصول بنا رکھا تھا کہ گھر سے نکلنے سے پہلے انہیں یا فاروق صاحب کو بتایا ضرور جائے کہ ماں باپ کو پتا ہونا چاہیئے کہ انکی اولاد کس وقت کہاں ہے۔

شام کو وہ کافی سارے شاپنگ بیگز لیکر آئی تھی۔

"اتنی ساری شاپنگ؟ خیریت تو ہے نا؟" فاروق جمال نے اسے اتنے سارے شاپنگ بیگز اٹھائے اندر آتے دیکھ کر کہا۔ وہ ہنس کر ان کے پاس آ گئی۔ آمنہ وہیں ہال کے ایک کونے میں بیٹھی میگزین پڑھ رہی تھی۔ باپ کے اتنے پیار سے اس سے بات کرنے پر کلس کر رہ گئی۔

"یار کچھ مت پوچھیں۔ آپ بس میرے ساتھ آئیں اور مجھے یہ بتائیں کہ میں کونسا ڈریس پہنوں"۔ وہ مسکرا کر کہتی انہیں اپنے ساتھ روم میں لے آئی۔ عمر تو اس کی باپ کے ساتھ فرینکنس دیکھ کر ہی حیران رہ گیا تھا۔

فاروق صاحب کمرے میں آئے تو اسکی شاپنگ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"کہیں جانا ہے کیا؟"

"ارے رات کو تو بتایا تھا کہ شہروز کے گھر جانا ہے۔ آپ بھی نا بوڑھے ہو گئے ہیں"۔ وہ انہیں چھیڑتے ہوئے بولی۔ عمر جو ابھی ابھی روم میں اپنا سیل فون لینے کے لئے آیا تھا وہ تو اس کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہی حیران تھا۔ کہاں پہلی نظر میں وہ اسے دبو سی لگی تھی اور کہاں یہ کانفیڈینٹ سی شرارتی لڑکی جو اسے پل پل حیران کر رہی تھی۔

New Era Magazine

"چلیں اب بتائیں کیا پہنوں؟" وہ دو سوٹ اور ایک ساڑھی انکے سامنے پھیلاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ عمر کی نظر اسکے چہرے پر پڑی جو خوشی سے دمک رہا تھا۔

"کیسی لڑکی ہے یہ؟ اسکا شوہر اس سے ٹھیک سے بات تک نہیں کرتا پھر بھی یہ کتنی خوش ہے۔ کیا اسے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا میرے رویے سے؟" وہ سوچ رہا تھا جب امی کی آواز پر اپنے خیالوں سے باہر نکلا۔

"یہ پہنو نا۔ ریڈ تم پر بہت سوٹ کرتا ہے۔ اس ساڑھی میں تم بہت خوبصورت لگو گی۔ ہیں نا عمر؟" شہلا جو ابھی روم میں آئی تھیں کپڑے دیکھ کر بولیں اور ساتھ میں عمر کو بھی گھسیٹا۔

"ہاں نا۔ بہت اچھی لگو گی اور تم اکیلے کیوں جاو گی مجھے بتاتی نا میں ساتھ چلتا"۔ اس نے جل کر کہا۔

"اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ تم دونوں ہی انوائیٹڈ ہو۔ یہ تو عدن کو لگ رہا تھا کہ تم وہاں بور ہو جاوگے تو تمہیں نہیں کہا۔ خیر اب جب تم خود راضی ہو تو تیار ہو جاو"۔ باپ کی بات پر وہ حیران رہ گیا۔ وہ اپنے ہی الفاظ میں پھنس گیا تھا۔ انکار کرنے کا مطلب باپ کی مزید ناراضگی مول لینا تھا سو مجبوراً تیار ہونا پڑا۔

"سنو"۔ وہ تیار ہو کر آیا تو وہ کان میں جھمکا پہن رہی تھی۔ اسے دیکھ کر چند لمحوں کے لئے وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔ اس نے پہلی دفعہ اسے نظر بھر کر دیکھا تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ اس کے دل نے اعتراف کیا تھا۔

New Era Magazine

"تاڑنا بند کرو گے؟" وہ اسکے سامنے کھڑی معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔ عمر تو اسکے الفاظ پر ہی حیران رہ گیا۔

"سوری۔ کاش تھوڑی خوبصورتی زبان کو بھی مل جاتی"۔ آخری بات وہ سوچ کر رہ گیا۔

"وہ مجھے ایک بات کرنی تھی تم سے"۔

"بولو"۔ وہ احسان کرنے کے انداز میں بولی۔

"دیکھو آئی نو کہ تم بھی اس شادی سے خوش نہیں ہو۔ سو میں سوچ رہا تھا کہ ہم ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔ ڈیل مطلب معاہدہ"۔ وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"مجھے انگلش سمجھ آتی ہے"۔ وہ جل کر بولی پھر اپنے بال سنوارنے لگی۔ عمر کے دل میں اسکے بالوں کو چھونے کی خواہش جاگی مگر پھر خود کو سرزنش کر کے کنٹرول کیا۔

"سوری۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم ڈیل کر لیتے ہیں۔ تم میرے معاملات سے دور رہو میں تمہارے سے دور رہوں گا۔ ایک کمرے میں رہیں گے مگر ہسبینڈ وائف جیسا کوئی ریلیشن نہیں ہو گا۔ مینز ہم اپنی آزادی سے زندگی گزاریں گے جیسے شادی سے پہلے گزار رہے تھے"۔ بہت تحمل سے اپنی بات سمجھا کر وہ اسکے جواب کا انتظار کرنے لگا جو مصروف انداز میں اپنے بالوں کا جوڑا بنا رہی تھی۔ فارغ ہو کر وہ عمر کی طرف مڑی جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔

New Era Magazine

"ویسے شکل سے جتنے بے وقوف لگتے ہو اتنے ہو نہیں"۔اتنا کہہ کر وہ سینڈل پہننے لگی۔اسکے نرم و گداز پاؤں میں میچنگ سینڈل بہت بچ رہا تھا۔عمر نے بہت مشکل سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ۔

"ڈیل ڈن کرتے ہیں۔مگر یاد رکھنا میرے کسی بھی فعل کے لئے تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے"۔وہ اٹھتے ہوئے اسے وارن کرتے ہوئے بولی۔

"اوکے ڈن"۔عمر نے کندھے اچکا کر بولا تو وہ مسکرادی۔

وہ مکمل تیار ہو کر کھڑی ہوئی تو عمر نے دوبارہ اعتراف کیا کہ اگر وہ اپنی تیز زبان کو بند رکھے تو وہ دل میں اترنے والوں میں سے ہے۔

"چلیں؟"اسکی نظروں کے سامنے وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولی تو وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

گاڑی کریم چاچا چلا رہے تھے۔وہ نہ جانے انہیں کہاں سے پکڑ لائی تھی۔پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ شہروز کے گھر تھے۔شہروز سے وہ نکاح والے دن ملا تھا۔اس نے کسی اپنے کی طرح اسکے نکاح میں اپنا کردار ادا کیا تھا۔

پورا گھر روشنیوں سے چمک رہا تھا۔شہروز کی بہن نے انہیں ریسیو کیا تھا۔شہروز کسی سے فون پر بات کرتا ہوا ان کے سامنے آکر رک گیا تھا۔وہ عدن کو غور سے دیکھ رہا تھا۔اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اتنی خوبصورت کب سے ہو گئی ہو؟" وہ اسے سر سے لیکر پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔ عمر کو اسکا اسطرح اسے دیکھنا اور بات کرنا بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

"بکو مت اور آنٹی سے ملواو"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی تو عمر کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

"چلیں؟" وہ عمر کو دیکھ کر بولی تو اس نے اپنی نظروں کا رخ بدلا۔

عمر نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ وہاں کافی لوگوں کو جانتی تھی۔ وہ ایک کونے میں کھڑا تھا جبکہ وہ سب سے مل رہی تھی۔ کچھ لوگ اس سے بھی ملے تھے۔ شہروز اسے اکیلے دیکھ کر وہیں آ گیا۔

"ایسے اکیلے کیوں کھڑے ہو؟"

"میں یہاں کسی کو جانتا نہیں ہوں اس لئے"۔ عمر لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے بولا۔ وہ عدن کو اسکا ہاتھ تھامے لوگوں کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ جب وہ اس سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا چاہتا تو اسے شہروز کے ساتھ اسکا پھرنا برا کیوں لگ رہا تھا۔

"یہ میرا فنکشن ہے۔ مگر تمہاری وائف مجھ سے زیادہ ان لوگوں کو جانتی ہے"۔ وہ عمر کو جوس پکڑاتے ہوئے بولا۔

"تم بہت لکی ہو جو تمہیں یہ ملی ہے۔ اس جیسا پیس دنیا میں تمہیں کہیں اور نہیں ملے گا۔ اس سے ہنس کر بات کرو گے تو ہنس کر جواب دے گی لیکن اگر تم اسے ایک بار زچ کرو گے تو یہ تمہیں بار بار زچ کرے گی۔ اسے عام لڑکیوں کی طرح مت لینا تھوڑی ڈفرینٹ ہے۔ ایکچوئلی بالکل ڈفرینٹ ہے۔ مگر دل کی بہت اچھی ہے"۔ وہ مسکراتے ہوئے عدن کو دیکھتے ہوئے بولا جو کسی لڑکی سے باتوں میں مگن تھی۔

"اسے بہت پیار سے رکھنا اپنی چھوٹی سے لائف میں بہت کچھ دیکھا ہے اس نے۔اسکی جگہ میں ہوتا تو یا تو مر جاتا یا پھر مرنے والا ہوتا۔ باہر سے جتنی سٹرونگ ہے اندر سے اس سے بھی زیادہ حساس ہے یہ"۔وہ اب عمر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بول رہا تھا جب عدن انکی طرف آتے ہوئے بولی۔

"کیوں برائیاں کر رہے ہو میری؟"

"تم میں اچھا ہی کیا ہے جو اچھائیاں کروں"۔شہروز اسے چھیڑتے ہوئے بولا تو وہ ہنس دی۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔میں نے صبح کی صرف چائے پی ہوئی ہے"۔عدن نے شہروز کو دیکھ کر بچوں کے انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔یہ اسکی بچپن کی عادت تھی جس سے وہ بخوبی واقف تھا۔

"کیوں تمہارے گھر چولہا نہیں جلتا کیا جو اتنی بھوکی ہو؟"ساتھ کھڑی شہروز کی بہن نے کہا تو اسکے چہرے پر ایک سایہ لہرا گیا۔

"میرے گھر تو ایک ہی دفعہ چولہا جلا تھا اسکے بعد سب جل گیا"۔وہ چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ سجائے بولی۔

"مذاق کر رہی ہے وہ"۔شہروز نے بہن کو گھورتے ہوئے اسے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"جانتی ہوں۔میں آتی ہوں ابھی"۔وہ آنسو اندر دھکیلتی وہاں سے چلی گئی۔عمر صرف خاموشی سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"کیا ضرورت تھی یہ سب کہنے کی؟"اسکے جانے کے بعد شہروز نے بہن کو گھر کا۔

"میں تو صرف مذاق کر رہی تھی"۔ شہروز تاسف سے بہن کو دیکھ کر وہاں سے چلا گیا کہ جانتا تھا اسے سمجھانا بیکار ہے۔

شہروز کو مسٹر اینڈ مسز جمشید نے اڈاپٹ کیا تھا۔ انکی ایک ہی بیٹی تھی اریبہ۔ جسکی پیدائش کے وقت کچھ پیچیدگیوں کے باعث مسز جمشید دوبارہ کبھی ماں نہیں بن سکتی تھیں۔ اریبہ آٹھ سال کی تھی جب وہ انکے گھر آیا تھا۔ اس نے شہروز کو اپنا لیا تھا مگر اس سے جڑے دو رشتوں کو نہیں جن میں سے ایک عدن تھی۔ اسے عدن سے سخت چڑ تھی۔ اسے شہروز کا عدن کو اس پر فوقیت دینا برا لگتا تھا۔ اسکا بس چلتا تو وہ عدن کو اسکی زندگی سے ہی نکال دیتی جس میں ہر لمحے، ہر یاد، ہر پل پر عدن کے نام کی چھاپ تھی۔ اگر کہا جاتا کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے تو غلط نہ تھا۔

عمر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا تھا۔ وہ کہاں گئی تھی وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد اسکے پاس آئی تھی۔

"گھر چلیں"۔ اسکا لہجہ بالکل بجھا ہوا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے اس کو لیکر باہر آ گیا۔

"اگر برا نہ مانو تو تھوڑی دیر پیدل چلیں"۔ وہ کھوئے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ عمر نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ کافی دور تک وہ پیدل چلتے رہے۔ پھر اچانک انہوں نے سامنے سے ایک آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھا جو انہی کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دور کہیں انہیں پولیس کی گاڑیوں

کی آواز آرہی تھی۔وہ ایک دم عمر سے ٹکرایااور عدن کو دیکھ کر سیدھا ہو گیا۔اسکے چہرے پر ایک لمحے میں تمسخرانہ مسکراہٹ ابھری تھی۔وہ شخص اب ان کے سامنے بندوق تانے کر کھڑا تھا۔عمر کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

"تم اور تمہارا قانون میرا کچھ نہیں بیگاڑ سکتا"۔اس شخص نے قہقہہ لگا کر کہا اور گولی چلادی۔

عمر نے ناسمجھی کے عالم میں عدن کو زمین پر گرتے دیکھا۔اسکے کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔وہ ہونق بنا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کہا تھا تمہیں کہ دور رہو اس سب سے لیکن تمہاری موٹی عقل میں میری بات نہیں آئی"۔

وہ شخص تاسف سے عدن کو گرے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔لہجے میں نفرت بھری ہوئی تھی۔

عدن کو سنبھلنے کے لئے اتنا وقت ہی کافی تھا۔اس سے پہلے کہ وہ شخص دوسری گولی چلاتا عدن نے پاوں کے پاس بندھی پسٹل نکالی اور گولی چلادی۔گولی اسکے سینے پر لگی تھی۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر عدن کی پسٹل سے چلنے والی دوسری گولی نے اسکی کوشش بے کار کردی۔

"میں نے بھی کہا تھا اب کی بار اگر سامنے آئے تو موت کو سامنے پاوگے"۔عدن نے تنفر سے کہتے ہوئے اسکے منہ پر تھوکا۔

عمر غیر یقینی کی کیفیت میں کبھی اسے تو کبھی عدن کو دیکھ رہا تھا۔اس نے موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کیا اور اپنی لوکیشن بتائی۔ تھوڑی دیر میں پولیس کی گاڑیاں وہاں تھیں۔

"اوہ مائی گاڈ"۔ پولیس والے نے ایک نظر زمین پر پڑے شخص پر جبکہ دوسری ان دونوں پر ڈالی تھی۔

"میم آپکے ہاتھ سے خون بہہ رہا ہے۔ چلیں ہاسپٹل چلتے ہیں"۔انسپکٹر سرفراز نے اسکے کندھے سے رستے ہوئے خون کو دیکھ کر کہا۔

"زندہ ہے یہ؟"اس نے تنفر سے پوچھا۔

"نہیں"۔ جواب ایک کانسٹیبل نے دیا تھا۔وہ اس شخص کی لعش کو دیکھتی آرام سے پولیس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔اسی پولیس والے نے عمر کو بھی ساتھ بیٹھنے کو کہا۔اپنے ماتحتوں کو آڈرز دیکر وہ گاڑی ہاسپٹل کی طرف لے گیا۔

اسکا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔وہ آپریشن تھیٹر میں تھی۔ عمر خاموش بیٹھا تھا۔ پاپا اور امی آگئے تھے۔شہر وزان سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔

"بیان لکھوائیں گے اپنا؟"انسپکٹر سرفراز عمر سے بیان لکھوانے لگے۔اس نے اسے ب سے تک سب بتایا۔

"آپ لوگ کہاں تھے؟اگر اسے کچھ ہو گیا تو؟"فاروق صاحب سرفراز پر چلائے جوابا وہ خاموش رہا۔

"اسکے پاس گن کہاں سے آئی؟اس نے ریزائن کر دیا تھا تو پھر یہ گن۔۔۔"ابھی وہ بات بھی پوری نہیں کر سکے تھے کہ شہر وز نے بات کاٹ دی۔

"اس نے ریزائن نہیں کیا تھا۔دو ہفتوں کی چھٹیوں پر ہے وہ۔آپکو بتانے سے منع کیا تھا اس نے۔آپ جانتے ہیں وہ ڈرتی نہیں ہے کسی سے۔پھر کیوں ریزائن دیتی؟"وہ آخر میں خفگی چھپا نہ سکا۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور وہ آدمی کون تھا؟"عمر کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا سو چڑ کر پوچھ بیٹھا۔

"یہ سب تمہاری بیوی کی حماقت کا نتیجہ ہے اور کچھ بھی نہیں"۔فاروق صاحب غصے سے بولے۔

"یہ اسکی بہادری ہے حماقت نہیں"۔شہر وز نے اسکا دفاع کیا تو فاروق صاحب آگ بگولہ ہو کر بولے۔

"وہ مر بھی سکتی ہے"۔

"نہیں۔وہ شہید بھی ہو سکتی ہے"۔شہر وز جواباً تحمل سے بولا تھا۔

"وہ مزید یہ جاب کانٹینیو نہیں کرے گی"۔فاروق صاحب نے سرفراز کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ وہ خود ڈیسائیڈ کرے گی"۔شہر وز نے دو بدو جواب دیا۔

"پہلے بھی اسی نے ڈیسائیڈ کیا تھا اور نتیجہ دیکھ لو"۔فاروق صاحب چڑ کر بولے۔

New Era Magazine

"یہ جاب اسکا ایمبیشن ہے۔آپ کیوں اسے اس سے دورر کھ رہے ہیں"۔اب کی بارش شہروز غصے میں بولا تھا۔

"سب کھو دیا ہے میں نے۔اسے نہیں کھو سکتا۔ہمت نہیں ہے میرے اندر اسے کھونے کی۔ نہیں ہے ہمت اسکے جنازے کو کندھا دینے کی یا اسے قبر میں اتارنے کی"۔وہ چلاتے ہوئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے تھے۔امی انہیں سنبھال رہی تھیں مگر وہ قابو میں ہی نہیں آرہے تھے۔ بہت مشکل سے عمر اور شہلا نے انہیں سنبھالا۔

"شہلا دعا کرو پلیز"۔فاروق صاحب نے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا جو انہیں تسلیاں دے رہی تھیں۔

آپریشن ہو چکا تھا وہ خطرے سے باہر تھی۔خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے بس تھوڑی نقاہت تھی۔

"کیسے ہو یار؟"ہوش میں آتے ہی وہ اپنی ٹون میں واپس آگئی تھی۔

"تم نے ریزائن کیوں نہیں دیا تھا"۔وہ دھاڑے تھے۔

"آپ کو میری خیریت پوچھنی چاہیئے نہ کہ مجھ پر چلانا چاہیئے"۔اس نے منہ بسور کر شکوہ کیا تو شہلا مسکرا دیں۔

"گھر چلتے ہی ریزائن دے رہی ہو تم۔انسانیت کی خدمت کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ صرف ایک یہی نہیں ہے۔اب تم انسان بن کر میری بات مانو گی ورنہ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھوں گا"۔وہ دھمکی دیتے ہوئے بولے تو اس نے مدد کے لئے شہلا کو پکارا۔

"آنٹی آپ ہی سمجھائیں نا"۔

"اس دفعہ نہیں عدن۔ہم میں تمہیں کھونے کا حوصلہ نہیں ہے۔اتنی مشکلوں سے ملی ہو۔اب دوبارہ نہیں کھو سکتے"۔وہ اسکے بال سہلاتے ہوئے بولیں۔

"یار آپ دونوں کو کیا ہو گیا ہے"۔وہ چڑ کر بولی۔

"تم بات مان رہی ہو ہماری یا نہیں؟"فاروق صاحب نے غصے سے پوچھا۔

"اچھا نا مجھے کچھ وقت دیں"۔

"شہروز مجھے کھانا کھانا ہے۔مجھے بہت بھوک لگی ہے"۔اسکی بات پر شہروز ہنس دیا۔وہ گھر سے اسکے لئے کھانا لایا تھا۔شہروز نے اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا تھا۔عمر کو اس لڑکی پر تعجب ہوا تھا جو اتنی تکلیف کے باوجود سب سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔

دو دن بعد اسے ڈسچارج ملا تھا۔رابعہ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی جبکہ آمنہ نے صرف سلام کرنے پر ہی اکتفا کیا۔تھوڑی دیر سب کے ساتھ بیٹھ کر شہلا اسے روم میں لے آئیں۔

"ریسٹ کرو میں سوپ لاتی ہوں"۔

"پلیز مجھے نہیں پینا سوپ"۔وہ منہ بسور کر بولی تو شہلا ہنس کر باہر چلی گئیں۔

New Era Magazine

"کیا سوچا ہے تم نے؟" رات کو سوتے ہوئے عمر اس سے پوچھ رہا تھا۔ اسکے آپریشن کے بعد آج اس سے سامنا ہوا تھا۔ وہ دوبارہ ہاسپٹل نہیں آیا تھا۔ عدن کو اس سے یہی امید تھی سو اس نے برا منایا اور نہ ہی شکوہ کیا۔

"کس بارے میں؟" وہ آنکھیں موندے بولے۔

"جاب کے بارے میں"۔

"تم ڈیل سے پیچھے ہٹ رہے ہو"۔ وہ اب بھی آنکھیں موندے پڑی تھی۔

"پلیز چھوڑ دو یہ جاب"۔ وہ التجا کرتے ہوئے بولا۔ جواباً وہ خاموش رہی۔

"تمہیں نہیں پتا پاپا کی کتنی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے"۔

"یو آر ورڈ آباوٹ ہم؟" اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں"۔ اسکے جواب پر وہ مسکرا کر رہ گئی پھر کچھ بھی کہے بغیر آنکھیں بند کر لیں۔

اگلے دن انکل کے اسرار اور انکے بہت زیادہ ایموشنل ہونے پر اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ریزائن دے دیا۔

"ایک بات پوچھوں؟ آپ نے ریزائن کیوں دیا؟" شام کو وہ ٹی وی لاونج میں بیٹھی تھی جب رابعہ نے اس سے پوچھا۔

"اگر بائی بلڈ کی بات کریں تو اس دنیا میں میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ سب ایک ساتھ گنوادیئے۔ ممی پاپا بھیا سب۔ تب انکل اور آنٹی تھیں جنہوں نے مجھے سپورٹ کیا۔ وہ دونوں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میری وجہ سے انہیں تکلیف ہو یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا"۔ وہ رابعہ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"آپ پاپا کو کیسے جانتی ہیں؟" رابعہ کے سوال پر وہ ہنس دی۔

جانتی ہو اس دنیا میں دوستی کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو اگر خلوص سے نبھایا جائے اور محبت اور اپنائیت سے سینچا جائے تو یہ خون کے رشتوں سے بڑھ کر اہم ہوتا ہے۔ میرے پاپا اور انکل بیسٹ فرینڈز تھے"۔

"آپ کے ممی پاپا کی ڈیتھ کیسے ہوئی؟" رابعہ کے سوال پر اسکے چہرے پر چھائی مسکراہٹ معدوم ہوگئی۔

"اس دن تین دسمبر تھا، بھیا کا برتھ ڈے۔ ہم سیلیبریٹ کر کے گھر واپس آرہے تھے۔ وی ور ویری ہیپی۔ گھر آئے تو پاپا نے ممی کو چائے بنانے کا کہا۔ بھیا چینج کرنے روم میں گئے ہوئے تھے۔ میں ممی کے کہنے پر گیراج میں گاڑی میں سے انکا سیل فون لینے گئی تھی۔ واپس نکلی تو گھر میں آگ لگی ہوئی تھی۔ کریم چاچا نے مجھے پکڑا ہوا تھا۔ اندر سے چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر سب خاموش ہو گئے۔ میں نے بہت بلایا ممی کو، بھیا کو، پاپا کو پر کسی نے جواب ہی نہیں دیا۔ وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔

New Era Magazine

"آپ کتنی بڑی تھیں تب؟"

"میں پانچ سال کی تھی"۔وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

"پھر آپ کو کس نے پالا؟"

"کچھ دن کریم چاچا کے گھر رہی پھر وہ ایک اور فنیج میں چھوڑ آئے۔وہاں میرے جیسے دو اور تھے۔ان کے بھی گھر والے نہیں تھے تو ہم نے ملکر اپنی ہی فیملی بنالی۔خود ہی ملکر ایک دوسرے کو پال لیا۔وہ بھیگی پلکوں سے مسکرا رہی تھی"۔

"پاپا آپ کے انکل ہیں تو آپ ان کے پاس کیوں نہیں آئیں؟"رابعہ کے سوال پر وہ ہنس دی۔

"میرے پاس تو کسی کا بھی کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں تھا۔پچھلے سال ہی کریم چاچا کو انکل ملے تھے۔انہوں نے میرا بتایا تو وہ مجھ سے ملنے آ گئے۔انکل چاہتے تھے کہ میں تمہارے گھر آوں مگر مجھے گھر کے نام سے ہی ڈر لگتا تھا۔اس لئے میں نے آنے سے انکار کر دیا"۔

"آپ بہت بریو ہیں"۔رابعہ نے اسکا ہاتھ تھامے کہا تو وہ ہنس دی۔

"نہیں بریو تو نہیں ہوں۔بس تھوڑا صبر کر لیا ہے باقی دو ایڈیٹس نے ایسا بنا دیا ہے"۔

"کون ہیں وہ دو؟"

"کبھی اتفاق ہوا تو ضرور ملواوں گی"۔وہ مسکرا کر بولی۔یہ جانے بنا کہ عمران کی باتیں سن رہا تھا۔

رات کو وہ کمرے میں آئی تو عمر بیڈ پر نیم دراز تھا۔وہ اسکے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"میڈیسن کیوں نہیں لی؟ بیمار رہنے کا ارادہ ہے کیا؟" عمر اسے ڈانٹتے ہوئے بولا۔ اسے شہلا نے ہی کہا تھا کہ اس نے صبح سے دوا نہیں کھائی ہے۔

"میرا سیل فون کہاں ہے؟" وہ سائیڈ ٹیبل پر سیل ڈھونڈتے ہوئے بولی تو عمر تپ گیا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے"۔

"میرے معاملات سے دور رہو اور میرا سیل فون دو مجھے"۔ وہ غصے سے بولی۔

"تم اتنی ڈھیٹ کیوں ہو؟" عمر غصے سے بولا۔

"کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاو اور میرا سیل فون دے دو مجھے"۔ وہ عمر کے ہاتھ میں موجود اپنے سیل فون کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"بھاڑ میں جاو میری بلا سے۔ یہ لو اپنا فون"۔ اسے فون تھما کر وہ واشروم میں گھس گیا۔

کچھ سوچ کر عدن نے شہروز کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو"۔ دوسری طرف سے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی تھی۔

"آ سکتے ہو؟" وہ نم لہجے میں بولی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا ہے تم ٹھیک تو ہو نا؟" لہجے میں فکر ہی فکر تھی۔

"پلیز جلدی آ جاو"۔ اس نے بیقراری سے کہا۔ شہروز پریشان ہو گیا تھا۔ وہ ایسا تبھی کرتی تھی جب بہت زیادہ پریشان ہوتی تھی۔ اپنی لاڈلی کو پریشان جان کر پندرہ منٹ میں وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔

"کیا ہوا ہے گڑیا؟" وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت باہر لان میں کھڑے تھے۔

"مجھے باہر جانا ہے۔ لے چلوگے ؟" وہ آنکھوں میں آئے آنسو پیتے ہوئے بولی۔ شہر وز عمر کو بتا کر اسے ساتھ لے آیا۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے"۔ گاڑی میں خاموشی کو شہر وز کی آواز نے توڑا تھا۔

"پتا نہیں۔ بس ممی پاپا یاد آ رہے تھے"۔ وہ سیٹ سے سر ٹکائے بولی۔

"چلنا ہے ان کے پاس؟" شہر وز نے اپنی گڑیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ اس نے سر ہاں میں ہلا یا تو وہ اسے قبرستان لے آیا۔ آدھی رات کو اپنے ماں باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر اس کا دل مزید اداس ہو گیا تھا۔ شہر وز اسکے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اسے حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔

"تم ہم دونوں سے زیادہ لکی ہو۔ تم یہاں آکر رو سکتی ہو۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ہم کہاں جائیں"۔ اسکی بات پر وہ اسکے کندھے سے لگ کر رو دی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟" شہر وز نے اسکے بال سہلاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بس طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ آج ہاتھ میں بہت پین ہو رہا تھا"۔ وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

"تم نے میڈیسن لیں؟" شہر وز نے فکر مندی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں؟" وہ حیرت سے بولا۔

New Era Magazine

"گڑیا ہمارے لئے ہی لے لیا کرو۔ تم جانتی ہونا کہ ہم تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتے۔

نومی کو تو میں نے اس سب کا بتایا ہی نہیں ہے۔ اگر اسے پتا چل گیا تو جانتی ہونا تمہیں کچھ نہیں کہے گا مگر مجھے کھا جائے گا"۔ آخر میں وہ شرارت سے بولا تو وہ مسکرا دی۔

"کب آرہے ہیں وہ؟" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"اگلے ہفتے"۔

"چلو گھر چلتے ہیں تمہیں میڈیسن بھی لینی ہے"۔ اس نے گاڑی سڑک پر ڈالتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"امی پاپا کہاں ہیں؟" وہ الماری سیٹ کر رہی تھی جب عمر کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔ آج وہ وقت سے پہلے ہی گھر آگیا تھا۔

"کسی کے گھر گئے ہیں"۔ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

"آمنہ اور رابعہ کہاں ہیں؟" عمر نے بے چینی سے پوچھا۔

"کالج سے نہیں آئیں"۔ وہ الماری میں منہ دیئے ہی بولی۔

"کب تک آئیں گی؟"

"تھوڑی دیر تک آجائیں گی"۔ کہہ کر وہ اپنے کپڑے لیکر واشروم میں گھس گئی۔

وہ نہا کر کپڑے چینج کر کے آئی تو اسے باہر سے آمنہ اور رابعہ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ کسی بات پر عمر کو مبارکباد دے رہی تھیں۔ ان کی آوازوں سے اسے انکی خوشی کا اندازہ ہو رہا

تھا۔ تبھی شاید انکل اور آنٹی بھی آ گئے تھے۔ عمر انہیں اپنی پروموشن کا بتا رہا تھا۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو آنٹی کو عمر کا ماتھا چومتے دیکھا۔ وہ سب ایک دوسرے میں مگن تھے۔ اسے اپنا آپ مس فٹ لگا۔

"پاپا چلیں ایک فیملی سیلفی لیتے ہیں"۔ آمنہ چہکتے ہوئے بولی۔ وہ وہاں سے واپس مڑنا چاہتی تھی مگر انکل نے اسے دیکھ لیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ آؤ نا"۔

"نہیں۔ یہ فیملی کی سیلفی ہے۔ میرا اس میں کیا کام"۔ آمنہ کے بگڑتے تاثرات وہ دیکھ چکی تھی۔ اس لئے لہجے کی تلخی چھپا نہ سکی۔ عمر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"میں تو یہ بتانے آئی تھی کہ مجھے شہروز کے گھر جانا ہے۔ اسکی مدر بیمار ہیں۔ واپسی پر شاید لیٹ ہو جاؤں"۔ وہ کہتی ہوئی ہال کراس کر گئی۔

رات کو وہ دیر سے واپس آئی تھی۔ انکل اسے ہال میں بیٹھے ملے تھے۔ اسے دیکھ کر انہوں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔

"ادھر بیٹھو۔ بات کرنی ہے تم سے"۔ وہ سنجیدگی سے بولے تو وہ وہاں بیٹھ گئی۔

"تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ تم ہماری فیملی کا حصہ نہیں ہو۔ یہ گھر جتنا آمنہ اور رابعہ کا ہے اتنا ہی تمہارا ہے"۔ وہ محبت سے اسے سمجھانے لگے مگر اس نے انہیں ٹوک دیا۔

"مجھے جھوٹی تسلیاں مت دیا کریں۔یہ گھر میرا نہیں ہے۔اس گھر میں میں تب تک ہوں جب تک آپ ہیں۔آپ کے بعد مجھے یہ گھر چھوڑنا ہوگا"۔وہ آزردگی سے بولی۔

"تم عمر کی بیوی ہو۔اس رشتے سے تمہارا حق ہے اس گھر پر"۔انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔

"کب تک ؟آپ اسے آج ابھی کہیں وہ دوسرے ہی پل مجھے چھوڑ دیگا"۔وہ تمسخر سے بولی۔

"آئی نو کہ مجھے اس پر مسلط کیا گیا۔آپ نہیں سمجھیں گے مگر یہ سچ بہت تکلیف دیتا ہے۔ خوامخواہ مجھے اپنے گھر لے آئے جہاں کوئی میرے ساتھ دو گھڑی بیٹھنا تو دور مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

میں کیا کرتی ہوں کیا پہنتی ہوں کس سے ملتی ہوں کیا کھاتی ہوں سب کچھ جج کیا جاتا ہے۔جب مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیا جاتا۔اس سے اچھی تو میں اور فنیج میں تھی یا پھر ہاسٹل میں۔آپ نے بہت غلط فیصلہ کیا تھا"۔وہ روہانسی ہو کر وہاں سے چلی گئی۔

آج جمعہ تھا۔عمر کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو جلدی گھر آگیا تھا۔وہ صوفے پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔اسکے چہرے پر پریشانی عیاں تھی۔

"تم اپ سیٹ ہو؟"عمر نے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بہت خوش ہوں"۔عمر نے نوٹ کیا تھا کہ وہ کچھ دنوں سے بہت چڑچڑی ہو گئی تھی۔ وجہ اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

New Era Magazine

"دوست سمجھ کر ہی بتادو"۔وہ نرمی سے بولا۔

"دشمن سمجھ کر تمہیں گولی نہ ماردوں"۔آگ اگلتی وہ اٹھ کر جانے لگی تو عمر نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہوا کیا ہے؟"

"اپنے کام سے کام رکھو"۔وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔

"لسن۔کیا ہوا ہے؟کوئی مسئلہ ہے تو شئیر کرو۔نام کا ہی سہی پر کوئی رشتہ تو ہے نا ہمارے درمیان"۔نہ جانے کیوں عمر اسکو پریشان نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"مجھے مری جانا ہے لے جاوگے؟"اس کے سوال پر وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں لے جا سکتے نا۔جب پرابلم حل نہیں کر سکتے ہو تو پوچھا بھی مت کرو"۔اسکا مزاق اڑاتی وہ جانے لگی تو عمر نے اسکا بازو دوبارہ تھام لیا۔

"کب جانا ہے؟"وہ سنجیدگی سے بولا۔

"رہنے دو۔میں خود ہی مینج کر لوں گی"۔بازو چھڑاتے ہوئے بولی۔

"ابھی جانا ہے یا کل؟"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"۔وہ چڑ کر بولی۔

"میں کونسا مذاق کر رہا ہوں۔تم پیکنگ کر لو اپنی اور میری اسی حساب سے چلتے ہیں۔بٹ مجھے منڈے کو ہر حال میں آفس میں ہونا ہے"۔اسکے سنجیدگی سے کہنے پر وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم یہ سب کیوں کرو گے؟"

"تمہاری محبت میں"۔وہ ہنس کر بولا تو وہ جل کر رہ گئی۔

"بس بکواس کروالو تم سے"۔وہ بڑبڑائی تو وہ قہقہہ لگا کر رہ گیا۔

سات بجے کے قریب وہ گھر سے نکلے تھے۔امی اور آمنہ اسکے اس طرح اسلام آباد جانے خصوصاعدن کو ساتھ لیکر جانے پر حیرت کا شکار تھیں۔پاپا البتہ اسکے اس فیصلے سے بہت خوش تھے۔انہوں نے گھر میں یہی بتایا تھا کہ عمر آفس کے کسی کام سے اسلام آباد جارہا ہے اسی لئے وہ بھی ساتھ جارہی ہے۔انہوں نے اسلام اباد میں سٹے کیا تھا۔عمر ڈرائیو کر کے تھک چکا تھا اسلیئے اس نے کچھ نہیں کہا۔

"شام تک مری کیلیئے نکلیں گے۔تب تک تم نہ تو روم سے باہر جاو گی اور نہ ہی اپنی میڈیسن لینا بھولو گی"۔بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس نے عدن کو کہا جو تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھی موبائل پر مصروف تھی۔اس نے اوکے کہہ کر میڈیسن لی اور خود بھی لیٹ گئی۔

"کیا کام ہے تمہیں مری میں؟"عمر جو کل سے تجسس کا شکار تھا بالآخر پوچھ بیٹھا۔

"ملنا ہے کسی سے"۔وہ چہک کر بولی۔

"سم ون سپیشل؟"عمر نے اسے چھیڑا تو وہ مسکرادی۔

"ویری سپیشل"۔

تھوڑی دیر بعد وہ آنکھیں موندے سو گئی۔اتنے دنوں بعد اسکے چہرے پر سکون تھا مگر اسکا سکون عمر کو بے سکون کر گیا تھا۔

رات کو کھانے کے بعد وہ مری کے لئے نکلے تھے۔اس نے گاڑی ایک ریسٹ ہاوس کے پاس رکوادی۔

"یہاں کیا ہے؟"عمر نے حیرت سے پوچھا۔

"تم دو منٹ یہاں بیٹھو میں ابھی آئی"۔وہ عجلت میں کہتی گاڑی سے اتر گئی۔عمر اسکا انتظار کرنے لگا۔جب اسے گئے کافی دیر ہو گئی تو اسے اس کے پیچھے آنا پڑا۔وہ ایک خاتون سے گلے لگ کر رو رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟تم ٹھیک تو ہو؟"وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بے چینی سے بولا۔

"ہاسپٹل جانا ہے مجھے۔اسلام آباد جانا ہے"۔وہ بامشکل بول پائی۔

"ہوا کیا ہے؟"عمر اسکا چہرہ تھامتے ہوئے بولا جو زار و قطار رو رہی تھی۔جب وہ مسلسل روتی رہی اور کچھ نہ بولی تو اس نے عدن کو سہارا دیا اور اسے گاڑی تک لے آیا۔اب انکا رخ اسلام آباد کی طرف تھا۔

اسلام آباد میں داخل ہوتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔اتنی ٹھنڈ میں بھی اسے پسینہ آ رہا تھا۔آنسوؤں میں ایک دفعہ پھر تیزی آ گئی تھی۔عمر کو اپنا دل بند ہوتا معلوم ہوا۔

New Era Magazine

"یار کم از کم بات تو بتاو"۔ وہ بے چینی سے بولا مگر کوئی جواب نہ ملا۔اس نے ایک نظر اس پر ڈالی جسکے ہونٹ مسلسل ہل رہے تھے۔وہ اسے پاسپٹل لے آیا۔

وہ ہاسپٹل میں مرے مرے قدموں سے داخل ہوئی تھی۔ریسیپشن پر بڑی مشکل سے اس نے اپنی بات سمجھائی تھی۔وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔مطلوبہ کمرے کے باہر پہنچ کر اس میں ہمت نہیں تھی کہ دروازہ کھولے۔عمر نے اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ محسوس کی تھی۔ اللہ کا نام لیکر اس نے دروازہ کھولا تھا۔اگر عمر اسے نہ تھامتا تو وہ نیچے گر جاتی۔سنبھل سنبھل کر وہ بیڈ تک آئی تھی۔آنسوؤں نے سامنے موجود شخص کا چہرہ دھندلا دیا تھا۔تبھی شہروز وہاں آیا تھا۔

"تم یہاں کیسے؟کس نے بتایا تمہیں؟"اسے وہاں دیکھ کر وہ اچھا خاصا گڑ بڑا گیا تھا۔جواب میں اس نے ایک زوردار تھپڑ اسے مارا تھا۔پھر اسکے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "گڑیا پلیز یار۔سنبھالو خود کو"۔وہ اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا مگر بے سود رہا۔آخر وہ اسے اپنے ساتھ لگائے باہر لے آیا۔

"کچھ نہیں ہوگا اسے۔ٹھیک ہو جائے گا وہ"۔اسے بینچ پر بٹھاتے وہ خود بھی اسکے پاس بیٹھا اسے سمجھا رہا تھا۔اگر وہ ان دونوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی تو وہ کب اپنی نازک سی پری کو ایسے روتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

"تم نے مجھ سے کیوں چھپایا؟" آنسو صاف کرتے وہ شکوہ کر رہی تھی۔

"وہ نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر تمہیں پتا چلا تو تمہاری کیا حالت ہو جائے گی۔ دیکھو اپنی طرف اور بتاؤ صحیح کہا تھا نا اس نے؟" آخر میں وہ اس سے استفسار کر رہا تھا جو سرخ آنکھوں سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتی ہو ہم تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ اگر وہ تمہاری یہ حالت دیکھے گا تو اسے کتنا دکھ ہو گا۔ پلیز سنبھالو خود کو"۔ وہ اسے اپنے ساتھ لگائے کسی ننھی سی بچی کی طرح سمجھا رہا تھا۔

وہ روئے جا رہی تھی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

شام کو شہروز نے اسے زبردستی عمر کے ساتھ ہوٹل بھیج دیا تھا۔ واپس آ کر بھی وہ بے چین ہی رہی تھی۔ پہلی دفعہ عمر نے اسے اتنے لمبے سجدے کرتے دیکھا تھا۔ وہ رو رو کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ عمر کو اس شخص پر رشک ہوا تھا جس کے لئے وہ اتنا روئی تھی۔

"تم کیوں اتنا پریشان ہوا سکے لئے؟ وہ کیا لگتا ہے تمہارا؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھا تھا۔ درحقیقت اسے عدن کا اسطرح کسی اور کے لئے رونا برا لگ رہا تھا۔

"وہ دونوں میرا سب کچھ ہیں۔ میں ان دونوں کی وجہ سے زندہ ہوں۔ میں آج جو ہوں وہ انکی وجہ سے ہوں۔ ممی پاپا کے بعد انہوں نے مجھے سنبھالا تھا۔ میری ہر ضرورت انہوں نے پوری کی۔ میرا اسکول, کالج, یونیورسٹی سب جگہ انہوں نے ہیلپ کی میری۔ مجھے میرے پیروں پر ان دونوں نے کھڑا کیا ہے۔ وہ میری فیملی ہیں۔ میرے ماں باپ, بھائی بہن, دوست سب کچھ

وہی ہیں۔میں انہیں کھونا افورڈ نہیں کر سکتی"۔وہ ایک دفعہ پھر سسک اٹھی تھی۔عمر نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگالیا۔اسکے سینے سے لگی وہ روئے جارہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا اسے۔بیلیو می"۔عمر اسکے بال سہلاتے ہوئے بولا پھر وہ اسکے ساتھ لگی سسکتے سسکتے سو گئی۔عمر نے اسکے بالوں پر ہونٹ رکھ دیئے اور اسے آرام سے اٹھا کر بیڈ پر لٹا دیا۔

اگلے دن وہ ناشتے کے بعد اس سے ملنے گئی تھی۔وہ ابھی بھی سو رہا تھا۔عمر نے شہروز کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا۔وہ دونوں اس کے پاس بیٹھے تھے۔عدن اسکا ہاتھ تھامے کچھ پڑھے جارہی تھی۔دوپہر کو اسے ہوش آیا تو وہ عدن کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گیا۔عدن اسکے گلے لگ گئی تھی۔اپنے درد کی پرواہ کئے بنا وہ اسے چپ کرواتا رہا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟میرا مطلب ہے کس نے بتایا تمہیں؟"اسکے بولنے پر عدن نے ایک شکوہ بھری نظر اس پر ڈالی۔

"تم سے زیادہ کانٹیکٹس ہیں میرے۔اگر شہروز کو منع کر دوگے تو مجھے کیا پتا نہیں چلے گا"۔وہ آنسو پونچھتے ہوئے مسکرائی۔

"میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا"۔

"اچھا اب جلدی سے ٹھیک ہو جاو۔میں نے انکل سے بات کر لی ہے۔تم جیسے ہی ٹھیک ہو گے ہم فرح کے گھر جائیں گے اور منگنی وغیرہ نہیں کرنی سیدھا شادی کی تاریخ لیں گے۔میں نے فرح کو بھی بتادیا ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر وہ میرے ساتھ روایتی بھابھیوں والا سلوک

New Era Magazine

کرے گی تو میں اسکی ناک توڑ دوں گی اور آپ مجھے کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ ہیں نا؟" وہ اب پرجوش ہو کر نومی سے باتیں کر رہی تھی۔ عمر نے دھوپ چھاؤں کے اس موسم کو بڑی رغبت سے دیکھا تھا۔

"بالکل"۔ نومی ہولے سے مسکرایا تھا۔

"فرح کو پتا ہے کہ آپ یہاں ہیں؟" وہ کچھ سوچ کر بولی۔

"نہیں۔ وہ پاکستان میں نہیں ہے"۔

"یہ دونوں بہن بھائی میرے بغیر کیا کھچڑی پکا رہے ہیں؟" شہروز نے اندر آتے ہی اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ عدن نے خفگی سے اسے گھورتے ہوئے نومی کو دیکھا۔

"اس سے میں بہت ناراض ہوں۔ اس نے آپکے بارے میں مجھے نہیں بتایا تھا" وہ بچوں کی طرح منہ پھولائے خفگی سے بولی۔

"میں نے منع کیا تھا۔ اسکا کوئی قصور نہیں ہے"۔ نومی نے پیار سے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے سمجھایا۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو مان لیتی ہوں"۔ وہ احسان کرتے ہوئے بولی۔ شہروز نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا پھر ان تینوں کی نہ ختم ہونے والی باتیں شروع ہو گئیں۔ عمر بس اسکا چہرہ دیکھتا رہا جو خوشی سے دمک رہا تھا۔

New Era Magazine

"تمہیں کل آفس جانا ہے۔ تم واپس چلے جاو۔ میں شہروز کے ساتھ آجاوں گی"۔ ہوٹل واپسی پر وہ صوفے پر موبائل میں مصروف عمر سے بولی جو ایک پل کو تو اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم یہاں میرے ساتھ آئی تھیں تو واپس بھی میرے ساتھ ہی جاو گی نا"۔

"مجھے نہیں جانا ہے ابھی۔ اور تم نے ہی تو کہا تھا کہ تم میرے معاملات میں انٹر فیئر نہیں کرو گے"۔ وہ چڑ کر بولی۔

"تو میں کب کر رہا ہوں انٹر فیئر؟ بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔ دو دن بعد وہ لوگ بھی تو آجائیں گے نا"۔ اب کی بار عمر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن۔۔۔" ابھی وہ کچھ کہتی اس سے پہلے عمر نے بات کاٹ دی۔

"میں نے بات کر لی ہے ان سے۔ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے"۔

"تم کون ہوتے ہو میرے بی ہاف پر ان سے بات کرنے والے"۔ عدن غصے سے بولی۔ وہ تو عمر کی بات پر چڑ ہی گئی تھی۔

"تمہارا ہسبینڈ ہوں اور ان سے بات کرنے کا حق ہے میرے پاس"۔ عمر محظوظ ہوتا ہوا سیدھے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"یہ تمہیں کس نے کہا کہ تم میرے ہسبینڈ ہو۔ اگر اس طرح کی بکواس دوبارہ کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں"۔ وہ آگ بگولا ہوتے ہوئے بولی۔

"تم بہت ہی احسان فراموش ہو"۔ عمر نے سر جھٹک کر کہا۔

"تھینک یو"۔وہ جل کر بولی۔

"تم میرے ساتھ واپس چل رہی ہو"۔عمر تنبیہ کرتا ہوا بولا۔

"سوچوں گی"۔جواب دیکر وہ سونے کے لئے لیٹ گئی۔

ان دونوں کے سمجھانے پر وہ اس کے ساتھ واپس آ گئی تھی مگر ابھی بھی پریشان تھی۔عمر راستے بھر میں اس کے تاثرات نوٹ کرتا رہا تھا۔

"سنو۔پلیز میری شرٹ پریس کر دو"۔انہیں واپس آئے ابھی گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ عمر ہاتھ میں شرٹ تھامے اسکے سر پر کھڑا تھا۔

"اپنی بہنوں سے کروا لو"۔وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"وہ کالج چلی گئی ہیں اور مجھے دیر ہو رہی ہے"۔عمر بیچارگی سے بولا تو وہ تپ گئی۔

"تو میں کیا کروں؟"

"یار میں نے تمہاری بات مانی تھی نا۔تمہیں مری لیکر گیا پھر اسلام آباد۔اب کم سے کم تم میری اتنی سی بات تو مان لو"۔وہ بیچاری سی شکل بنا کر بولا تو عدن کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

"آخری بار کر رہی ہوں۔آئندہ مت کہنا"۔غصے سے کہتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

New Era Magazine

وہ اسکی شرٹ پریس کر رہی تھی جب آمنہ وہاں سے گزرتے ہوئے رک گئی۔آج اس نے چھٹی کی تھی عمر اس بات سے واقف نہیں تھا۔

"تم بہت لکی ہو جو تم جیسی بے سہارا لڑکی کو بیٹھے بٹھائے اتنا اچھا گھر مل گیا۔امی پاپا جیسے ساس سسر جو کبھی کچھ کہتے نہیں ہیں۔بھیا جیسا شوہر جو تمہیں منہ ہی نہیں لگاتا۔کہاں جاتی ہو کس سے ملتی ہو۔کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے۔گھر بیٹھے تین وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔پہننے کو اچھے کپڑے مل جاتے ہیں۔اور کیا چاہیئے تمہیں۔کمال قسمت ہے تمہاری بھی"۔طنزیہ لہجے میں کہتی وہ اسکے بالکل پیچھے ہی کھڑی ہو گئی تھی۔

عدن خاموشی سے شرٹ استری کرتی رہی جبکہ دروازے کے پیچھے کھڑے عمر نے سب سنا تھا۔اسے پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی چیزیں کیسے لیتی ہے۔جب سے وہ وہاں آئی تھی وہ اکیلے ہی شاپنگ پر جایا کرتی تھی۔امی پاپا سے تو اس نے کبھی پیسے نہیں مانگے تھے۔اس نے بھی کبھی اسے کچھ نہیں دیا۔اب تو وہ جاب لیس تھی۔پھر کیا وہ دونوں اسکی مدد کرتے ہیں؟ سارا دن وہ اس بارے میں ہی سوچتا رہا پھر سر جھٹک کر کام میں مصروف ہو کر اسے یکسر بھول گیا۔

سردیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو رابعہ اور آمنہ نانو کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگیں۔شام کو امی ان کے لئے شاپنگ کر کے آئی تھیں۔وہ انکو شاپنگ دکھا رہی تھیں۔عدن کچن میں چائے بنا

رہی تھی۔وہ زہرہ بی کے ساتھ ہیلپ کے نام پر سارا کام کروایا کرتی تھی۔وہ دونوں اپنی چیزیں سمیٹ کر کمرے میں چلی گئیں تو وہ امی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"ایک بات پوچھوں"۔

"ایسی کیا بات ہے جسے پوچھنے کے لئے تمہیں اجازت کی ضرورت پڑ گئی ہے"۔امی نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ جیسے ان دونوں کو چیزیں لا کر دیتی ہیں ویسے عدن کو بھی لا کر دیتی ہیں؟"اتنے دنوں بعد آج اسے خیال آیا تو پوچھ بیٹھا۔

"نہیں۔اس نے کبھی کچھ کہا ہی نہیں کہ اسے کچھ چاہیئے۔تم اسے شاپنگ نہیں کرواتے ہو؟" آخر میں وہ حیرت سے بولیں۔

"نہیں۔مجھے لگا آپ کروا دیتی ہوں گی۔ویسے بھی وہ مجھ سے کچھ نہیں کہتی"۔وہ کچھ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا۔

"تو تم پوچھا کرو نا۔بیوی ہے وہ تمہاری۔اسے اون کرو۔اسطرح کب تک چلے گا۔ہر انسان کی ضروریات ہوتی ہیں تمہارا فرض ہے اسکی ضروریات کو پورا کرنا۔وہ مجھ سے یا تمہارے پاپا سے کچھ نہیں کہتی۔ہم پوچھیں بھی تو نہیں بتاتی کہ اسے کیا چاہیئے۔بس اتنا کہتی ہے جن کا حق ہے انہی کو دیں۔میرا ان سب پر کوئی حق نہیں ہے۔اب ان سب باتوں کا خیال تمہیں رکھنا ہے۔ جب تک تم اسے اون نہیں کرو گے وہ کبھی بھی اس گھر کو اپنا نہیں سمجھے گی"۔امی اسے سمجھا رہی تھیں۔عدن کے چائے لانے پر وہ خاموش ہو گئیں۔

رات کو وہ سونے کے لئے کمرے میں آئی تو عمر کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔وہ خاموشی سے دروازہ لاک کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کشن درمیان میں رکھ کر لیٹنے لگی تو عمر نے اسے پکارا۔

"ایک بات پوچھوں۔ برا تو نہیں مناؤ گی؟"

"جب لگتا ہے کہ برا مناؤں گی تو مت پوچھو"۔اسے عدن کا لہجہ بھیگا سا محسوس ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ ٹھیک ہو تم؟"عمر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔اسے عدن کی آنکھیں سوجی ہوئی لگی تھیں۔

"ٹھیک ہوں"۔ عمر کو خود کو ایسے دیکھتے ہوئے وہ خود پر کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔ عمر کافی دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تم اپنی ضروریات کیسے پوری کرتی ہو؟"

اسکے سوال پر عدن نے اسے غور سے دیکھا تھا۔شادی کے چھ ماہ بعد اسے اسکی ضروریات کا خیال آیا تھا۔

"چوریاں کر کے"۔اس نے تسلی سے جواب دیا۔

"میں سیریس ہوں"۔ عمر جز بز ہو کر بولا۔

"میں نہیں ہوں"۔لہجہ ہنوز ویسا ہی تھا۔

"بتاؤ نا"۔

"مجھے لکھ کر دے دو کہ مجھے دن میں تمہیں کتنی بار بتانا پڑے گا کہ میرے معاملات سے دور رہا کرو۔ میں بتا بتا کر تھک گئی ہوں مگر تمہاری عقل میں میری بات کیوں نہیں آتی ہے"۔وہ چڑ کر بولی۔ عمر تو پوچھ کر ہی پچھتا رہا تھا۔ مگر دل میں کچھ سوچ کر خاموشی سے لیٹ گیا۔

New Era Magazine

ایک ہفتے بعد اسے پے ملی تو اس نے کچھ پیسے عدن کو دینا چاہے۔

"یہ لو تمہارے کام آئیں گے"۔

"تمہارے گھر والوں سے پیسے نہیں لیتی ہوں تب اتنی باتیں سننے کو ملتی ہیں لے لوں گی تو مجھ پر تو فتوی جاری ہو جائے گا"۔وہ تمسخر سے بولی تو عمر نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔جب کافی دیر تک وہ کچھ نہ بولی تو عمر نے اسکے ہاتھ پر پیسے رکھتے ہوئے کہا۔

"تم بیوی ہو میری۔تمہارا حق ہے یہ"۔

"زبردستی کی بیوی ہوں۔اور زبردستی کی بیوی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔اسلئے اپنے پیسے اپنے پاس رکھو۔بے فکر رہو تمہارے گھر میں چوریاں نہیں کروں گی"۔وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی اور پیسے واپس اسی کو تھما دیئے۔

"مجھ سے پیسے نہیں لو گی مگر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا لو گی"۔وہ غصے سے دھاڑا مگر وہ خاموش ہی رہی۔

"یار تمہارے پاس جاب بھی نہیں ہے۔تمہاری سو ضرورتیں ہوں گی"۔عمر نے اسے سمجھانا چاہا تو وہ ہنس دی۔

"پہلی بات چھ مہینوں سے تمہاری بیوی ہوں تب احساس نہیں ہوا میری ضرورتوں کا تو اب کیوں ہو رہا ہے؟ مجھے تمہارے احسان کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری بات پچھلے تین مہینوں سے جاب لیس ہوں میں۔ اپنا خرچہ خود اٹھا رہی ہوں نا آگے بھی اٹھالوں گی۔ تیسری بات میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاوں یا نہ پھیلاوں تمہارے سامنے تو ہرگز نہیں پھیلاوں گی۔ کیا کہتے پھر رہے تھے اپنی بہن کو وہاں میں ایک مجبور بے سہارا لڑکی ہوں۔ میری مدد کر کے تمہاری جیب خالی نہیں ہو جائے گی۔ کتنی شرمندگی کی بات ہے کہ وہ ہمارے گھر رہتے ہوئے کسی اور سے پیسے مانگے۔ لوگ کیا سوچیں گے"۔ وہ طنزاً مسکرا رہی تھی۔

"جانتے ہو تم دونوں بہن بھائی کا مسئلہ کیا ہے؟ چھوڑو پرے کیا رکھا ہے ان سب میں۔ خیر تمہیں گڈ نیوز دیتی ہوں۔ تمہارے سر پر مسلط کیا گیا عذاب ہٹانے کا وقت آگیا ہے۔ یوں سمجھو کہ تمہاری آزمائش ختم ہوئی۔ وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی جبکہ عمر شرمندہ سا کھڑا رہا۔ البتہ اسکی آخری بات وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔

عمر صبح اٹھا تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔ رات وہ کمرے میں ہی نہیں آئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ سوچ کر اس نے سر جھٹکا واش روم میں گیا مگر وہاں اسکی کوئی چیز نہیں تھی۔ روم میں آیا تو وہاں بھی اسکا کوئی سامان نہیں تھا۔

"امی۔ امی۔ امی"۔ وہ ماں کو آوازیں دیتا ہوا انکے کمرے میں آیا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"عدن کہاں ہے؟ اسکا سامان کمرے میں نہیں ہے"۔ وہ پریشانی سے بولا۔

"چلی گئی ہے وہ۔ کہہ گئی ہے کہ پیپرز بنوالو وہ سائن کر دے گی"۔ کوئی بم تھا جو اسکے سر پر پھوڑا گیا تھا۔

"کہاں گئی ہے؟ اور کیسے پیپرز؟" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"ڈائیورس کے اور کونسے؟"

"کیا مطلب ہے ڈائیورس کے؟" وہ غصے سے بولا۔

"وہی جو تم سمجھ رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ تم بھی تو یہی چاہتے ہو۔ سو خوش ہو جاؤ چلی گئی ہے وہ"۔ وہ اطمینان سے بولیں۔ عمر جلدی سے انکا سیل اٹھا کر کسی کو کال کرنے لگا۔

"کسے فون کر رہے ہو؟"

"پاپا کو۔ وہ کہیں گے تو وہ رک جائے گی"۔

"اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ اس نے کہہ دیا ہے تمہارے پاپا کو کہ وہ اب واپس نہیں آئے گی"۔ وہ اب بھی اطمینان سے بولیں۔ عمر تو اپنی ماں کو دیکھ کر ہی رہ گیا۔

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور آپ نے اور پاپا نے مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا"۔ وہ خفگی سے کہتا موبائل بیڈ پر اچھال کر کمرے سے نکل گیا۔

New Era Magazine

وہ ایسے کیسے جا سکتی ہے؟ کہاں جائے گی وہ؟ اب کہاں ہو گی؟ وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا الجھتا جا رہا تھا۔

● یہ کس مقام پہ سوجھی تجھے بچھڑنے کی
کہ اب تو جا کے کہیں دن سنورنے والے تھے

وہ اسے ڈھونڈتا ہوا شہروز کے گھر گیا تھا مگر گھر لاکڈ تھا۔ وہ مری بھی گیا تھا مگر وہاں سے بھی کچھ پتا نہیں چلا تھا۔ وہ واپس آیا تو پاپا نے اسے بلوایا۔

"کہاں تھے؟" اسکا الجھا الجھا سا سراپہ دیکھ کر وہ سب سمجھ چکے تھے کہ وہ کتنا ڈسٹرب ہے۔ دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی مگر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

"اسلام آباد گیا تھا ایک میٹنگ تھی"۔ وہ سر جھکائے بولا۔ وہ پاپا سے جھوٹ بول رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا۔ وہ خود بھی حیران تھا۔

"وہ اس گھر سے کیوں گئی ہے؟" باپ کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر سے جھکا لیا۔

"مجھے پتا ہوتا تو اسے روک نہ لیتا؟" وہ سوچ کر رہ گیا۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں"۔ عدن کے جانے کے بعد آج پہلی بار وہ اس موضوع پر بات کر رہے تھے۔ فاروق صاحب اس سے بات کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ عدن انہیں بہت

New Era Magazine

عزیز تھی۔انکے جان سے پیارے دوست کی آخری نشانی تھی وہ۔اگر وہ عمر کو اسکے پیچھے ایسے خوار ہوتے نہ دیکھتے تو آج اس سے عدن کے بارے میں بات نہ کر رہے ہوتے۔ پچھلے ایک ماہ سے پاگلوں کی طرح وہ اسے ڈھونڈ رہا تھا۔فاروق صاحب نے اس عرصے میں اس سے بات تک نہیں کی تھی۔آج اسکی طلبی ہوئی تھی۔

"پتا نہیں"۔اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ دونوں کے درمیان آخری بات کیا ہوئی تھی؟"وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

"میں نے اسے کچھ پیسے دیئے تھے مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔اس نے کہا تھا کہ نہیں لیتی تو اتنی باتیں سننے کو ملتی ہیں لینے لگوں گی تو فتوی ہی لگ جائے گا"۔

"پاپا ہمارے درمیان نوک جھوک ہوتی رہتی تھی مگر سیریس کچھ نہیں تھا۔آمنہ کو اس سے کچھ شکایت تھی۔آمنہ تم بتاو نا ایسا کیا ہوا تھا؟"وہ سامنے بیٹھی آمنہ کو دیکھ کر بولا تو وہ گڑ بڑا گئی۔

"مجھ سے؟ مجھ سے کیا بات ہونی تھی۔ہم تو بات ہی نہیں کرتے تھے"۔وہ جلدی سے بولی۔

فاروق صاحب اسکے چہرے کی بدلتی رنگت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔

"جھوٹ مت بولو آمنہ میں نے خود سنا تھا جس دن وہ میری شرٹ استری کر رہی تھی تم اس پر ٹونٹ کر رہی تھیں۔اور اس دن بھی جانے سے پہلے وہ کہہ رہی تھی کہ میں نے کہا ہے کہ میں اسے یتیم مسکین سمجھ کر اسکی ہیلپ کرنا چاہتا ہوں۔بٹ پاپا آئی سوئیر میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا"۔وہ روہانسا ہو کر بولا۔

"رابعہ کیا ہوا تھا؟" فاروق صاحب نے رابعہ کو پکارا۔

"پاپا مجھے نہیں پتا"۔ وہ سر جھکا کر بولی۔

"رابعہ اب آپ اپنے پاپا سے بھی جھوٹ بولیں گی؟" ان کی بات پر وہ تڑپ کر باپ کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔ چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا۔

"سوری امی"۔ رابعہ نے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"امی اور آمنہ کا رویہ بھابھی کے ساتھ ٹھیک نہیں تھا۔ یہ تو شروع سے ہی انکو ناپسند کرتی ہے مگر امی کچھ مہینوں سے ان سے روڈ بیہیو کر رہی تھیں۔ وہ اکثر چھپ کر روتی تھیں مگر بتاتی نہیں تھیں کہ کسی نے کیا کہا ہے۔

بھابھی کے جانے سے ایک دن پہلے پھوپھو آئی تھیں۔ آمنہ نے ان کے سامنے بھابھی کو بہت بری طرح ٹریٹ کیا۔ جو کچھ بھیا کہہ رہے ہیں وہ ان کو آمنہ نے ہی کہا تھا۔ پھوپھو بھی اس کے ساتھ مل کر نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں۔

انہوں نے کہا تھا کہ بھیا ارم آپی سے شادی کرنا چاہتے تھے اور آپ نے زبردستی انکی شادی بھابھی سے کر دی۔ انہوں نے بہت برا بھلا کہا تھا انہیں۔ ان کے جانے کے بعد بھابھی نے تب کسی سے کچھ نہیں کہا اسکے بعد انہوں نے آمنہ سے پوچھا تھا کہ بھیا واقعی ارم آپی سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان سے جھوٹ بولا اور وہ چلی گئیں"۔

"وائے ڈڈیو ڈو دس؟" پاپا غصے سے چلائے تھے۔

"پاپا وہ"۔ آمنہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم میری بیٹی ہو"۔وہ کرب سے بولے۔

"پاپا پلیز"۔آمنہ روہانسی ہو کر انکی طرف بڑھی تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔

"یہاں سے چلی جاواس سے پہلے کہ میں کوئی انتہائی قدم اٹھاوں"۔وہ تینوں آگے پیچھے کمرے سے نکلے تو وہ شہلا کی طرف دیکھے بغیر بولے۔

"کبھی مجھے لگتا تھا کہ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میری بیوی تم ہو۔آج یہ خوش فہمی ختم ہو گئی"۔فاروق صاحب کہہ کر رکے نہیں بلکہ گھر سے نکل گئے۔

"بھیا انہیں واپس لے آئیں نا"۔رابعہ بھائی کو بیڈ پر دراز دیکھ کر بولی۔اسکا بھائی ایسا تو نہیں تھا جیسا ہو گیا تھا۔اس نے خود کو آفس اور کمرے تک ہی محدود کر لیا تھا۔اسے ایسے دیکھ کر اسکا دل دکھتا تھا۔

"کہاں سے لاوں؟ ہر جگہ تو ڈھونڈ لیا ہے۔پتا نہیں کہاں چلی گئی ہے"۔وہ بیڈ پر پڑا چھت کو گھورتا ہوا بولا۔

"آپ ان کے ایڈ یٹس سے پوچھیں نا"۔وہ بھائی کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"شہروز کا گھر لاکڈ ہے۔نومی کو مری تک ڈھونڈ آیا ہوں۔ایسا لگتا ہے جیسے وہ تینوں کہیں چھپ گئے ہیں۔پتا نہیں کہاں ہو گی وہ"۔وہ کرب سے بولا۔

"آپ انہیں مس کر رہے ہیں؟"

New Era Magazine

"بہت زیادہ"۔وہ آنکھیں بند کئے اسے تصور میں لاتے ہوئے بولا۔

"آپ کو تو وہ پسند ہی نہیں تھیں"۔وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"ہاں نہیں تھی پسند۔مگر اب ہے۔بہت پسند ہے۔لوگ صحیح کہتے ہیں کسی بھی چیز کی قدر اسکے کھونے کے بعد ہوتی ہے۔مجھے اس کی قدر اس کے جانے کے بعد ہو رہی ہے"۔ضبط کی وجہ سے اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے وہ میرے سوالوں کے جواب نہیں دیتی تھی۔الٹے سیدھے جواب دیا کرتی تھی۔ہر وقت نوک جھوک کرتی رہتی تھی۔میں نے اس سب میں کبھی غور ہی نہیں کیا کہ وہ میری ہر چیز کا خیال رکھتی تھی۔میرے کپڑوں کا میری چیزوں کا میرے روم کا۔ہر چیز کا۔اس سے لڑے بغیر تو مجھے نیند بھی نہیں آتی"۔درد کی شدت سے آنکھیں بھیگنے لگیں تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ واپس آئیں گی نا؟"رابعہ نے ایک آس سے پوچھا۔

"تم دعا کرو"۔

"آپ کرتے ہیں؟"۔

"بہت"۔بھائی کی حالت دیکھ کر اس نے دل سے اسکے مل جانے کی دعا کی تھی۔

عمر آفس جانے کے لئے باہر نکلا تو اسکا سامنا آمنہ سے ہوا۔آج کتنے دنوں بعد وہ دونوں آمنے سامنے آئے تھے۔

"آئی ایم سوری بھیا۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا"۔وہ نظریں جھکائے بولی۔

"رابعہ میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ناشتہ آفس میں ہی کروں گا"۔عمر رابعہ سے کہتا اسے نظرانداز کر کے باہر نکل گیا۔شہلا دور کھڑی یہ سب دیکھتی رہ گئیں۔عدن کو گھر سے نکالتے نکالتے وہ دونوں ماں بیٹی خود گھر میں رہتے ہوئے بھی گھر والوں کے دلوں سے نکل گئی تھیں۔عمر نے اس حوالے سے شہلا سے کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ ان سے فقط ضروری بات ہی کیا کرتا تھا۔اسکی آنکھیں ہی ان سے شکایت کرنے کو کافی تھیں۔

دو ماہ ہو گئے تھے اسے گئے ہوئے مگر عمر نے اسکی تلاش جاری رکھی تھی۔کہتے ہیں ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔اسے وہ مل گئی تھی۔

عمر ایک میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد آیا تو اسے ڈھونڈتا ہوا مری آ گیا۔وہ لنگڑاتے ہوئے ہوٹل سے نکل رہی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی عمر نے اسے سہارا دیا تھا۔

"تھینکس"۔عدن نے جیسے ہی اسے دیکھا تو اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک سایہ لہرا گیا۔

"کیسی ہو؟"عمر نے اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے پوچھا تو وہ جواب دیئے بغیر لنگڑاتے ہوئے باہر پارکنگ میں آ گئی۔

"پاوں میں کیا ہوا؟"وہ اسکے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔

"ڈائیورس کا پوچھنے آئے ہو یا شادی میں انوائیٹ کرنے؟"اس نے طنزاً پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"دونوں باتیں کرنے آیا ہوں۔کہیں بیٹھ کر بات کریں"۔عمر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ شہروز دو چار دنوں میں تم سے مل لے گا۔ دونوں چیزیں اسے دے دینا۔ پیپرز سائن کر دوں گی اور شادی میں آنے کی پوری کوشش کروں گی"۔ وہ کہہ کر جانے لگی تو عمر نے اسکے دونوں بازو تھام لئے۔

"بات کرنے کو میرے پاس بہت کچھ ہے"۔

"اتنا کچھ سنا ہے میں نے کہ اب میں نہ تو کچھ سننا چاہتی ہوں اور نہ ہی کہنا"۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ عمر کے دل پر مکا لگا تھا۔

"میں بات کئے بغیر نہیں جاوں گا"۔ اسے جاتا دیکھ کر عمر نے کہتے ہی تیزی سے اسے اٹھایا اور اپنی گاڑی میں بٹھا دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ دروازہ کھولو"۔ عدن کے چیخنے کو نظرانداز کر کے اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"گاڑی روکو"۔ وہ پھر سے چیخی۔

"چپ چاپ بیٹھی رہو ورنہ"۔

"ورنہ۔ کیا ورنہ؟" ابھی غصے میں وہ اپنی بات پوری کرتی کہ عمر نے گاڑی سائیڈ پر روکی اور اسے اپنے قریب کیا۔ وہ اسے چپ کروانا چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ گاڑی پر فوکس نہیں کر پا رہا تھا مگر اسے اتنے قریب دیکھ کر وہ بس یک ٹک اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مسلسل اپنے آپ کو اس سے چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اف۔اتنے دنوں بعد دیکھا ہے تمہیں۔مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا"۔عمر نے ایک جزب سے کہا۔

"بکومت۔آآ"۔عدن اسے دھکیلتے ہوئے جیسے ہی پیچھے ہوئی پاوں پر زور پڑتے ہی اسکی چیخ نکل گئی۔

"کیا ہوا ٹھیک ہو؟"عمر اسکے پاوں کی طرف جھکتے ہوئے پریشانی سے بولا تو عدن نے چڑ کر اسے پیچھے دھکیلا۔

"شٹ اپ۔مجھے چھوڑ کر آو جہاں سے لائے ہو"۔

"جہاں کہو گی وہیں چھوڑ آوں گا۔پہلے بتاو یہ کیا ہوا ہے؟"گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تم سے مطلب؟"عدن نے تپ کر کہتے ہوئے رخ موڑ لیا۔عمر خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا جبکہ وہ آنسو ضبط کرتی رہی۔

عمر اسے اس ہوٹل میں لے آیا جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا۔زبردستی وہ اسکی ایک بھی سنے بنا اسے اپنے روم میں لے آیا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"عمر نے اسکے پاوں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے مطلب؟"وہ دوبارہ چلائی۔

"مجھ ہی سے تو مطلب ہے"۔ مسکراتے ہوئے کہتے ہوئے وہ اسکی پٹی کھولنے لگا تو اس نے پاوں پیچھے کر لیا۔ عمر نے زبردستی اسکا پاوں پکڑ کر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔

"یہ تو بری طرح۔۔۔" عمر نے کہتے ہی زخم کے گرد سوجی ہوئی جگہ پر انگلی رکھی۔ اس کے ہاتھ لگاتے ہی عدن نے پاوں کھینچ لیا۔ سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ پاوں کرسی سے ٹکرا گیا۔ درد کی شدت سے اسکا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنسو لاکھ کوششوں کے باوجود چھلک پڑے تھے۔ وہ اپنا پاوں تھامے ضبط کئے بیٹھی رہی۔ عمر اس کے سامنے بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ جب ذرا درد تھما تو اس نے آنسو صاف کئے۔

"ڈاکٹر کے پاس چلیں؟" عمر نے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے کہا۔

"مجھے واپس چھوڑ کر آو"۔ جواباً وہ چلائی تھی۔

"عدن اس میں سے بلیڈنگ ہو رہی ہے۔ پلیز ڈاکٹر کے پاس چلو"۔ وہ پریشانی سے اسکا زخمی پاوں دیکھتے ہوئے بولا۔ اسے اٹھانے کے لئے عمر بڑھا تو وہ کرسی میں سمٹ گئی۔

"میرے قریب آئے تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی"۔ غصے میں ٹیبل سے گلدان اٹھائے وہ چیخی تھی۔ عمر کو اس سے توقع تھی کہ وہ واقعی ایسا ہی کرے گی اس لئے وہ رک گیا۔

"پیچھے جاو۔ اور پیچھے"۔ اسے اچھا خاصہ پیچھے کھڑا کر کے وہ غصے میں بولی۔

"پانچ منٹ میں بات مکمل کرو پھر مجھے چھوڑ کر آو"۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو اس میں سے خون نکل رہا ہے"۔ وہ بے بسی سے بولا۔

New Era Magazine

"ٹھیک ہے مت کرو بات"۔ کہتے ہی وہ جانے کے لئے اٹھ گئی۔ عمر تیزی سے اس تک آیا تھا جسکے پاوں سے خون اب رسنے لگا تھا۔

"تم اتنی ضدی کیوں ہو۔ بیٹھو یہاں پر۔ اب ایک لفظ بھی منہ سے مت نکالنا"۔ اسکے بازو دبوچے وہ غرایا تھا۔

آج پہلی دفعہ وہ پورے حق سے اس پر چلایا تھا۔ عدن کی آنکھوں سے آنسو دوبارہ جاری ہو گئے۔ عمر نے آہستہ سے اسے سہارا دیکر بیڈ پر بٹھایا اور ساتھ پڑے فون سے نمبر ڈائل کیا۔

عمر نے ریسیپشن پر ڈاکٹر کو بلوانے کا کہا اور اسکے پاس آکر بیٹھ گیا۔ عدن ہنوز غصے میں رخ موڑے بیٹھی تھی۔ اسکا سوجا ہوا منہ دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر اندر آیا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ عمر اس کے پاس کھڑا کیا کہہ رہا تھا وہ درد کی شدت میں سن ہی نہیں سکی۔ ڈاکٹر اس کی ڈریسنگ کر کے انجیکشن لگا کر اور میڈیسن لکھ کر چلا گیا جبکہ عمر میڈیسن لینے چلا گیا۔ اسکی واپسی تک وہ سو چکی تھی۔ عمر نے اسے سیدھا کیا اور اس پر بلینکٹ کھول کر ڈالا۔ کافی دیر تک وہ اسے یونہی سوتے ہوئے دیکھتا رہا پھر اسکے ساتھ ہی بیڈ پر نیم دراز ہو کر آنکھیں موند لیں۔

صبح وہ اٹھی تو اپنے گرد عمر کے بازو حائل دیکھے۔

"چیپ کہیں کا"۔ بڑبڑاتے ہوئے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے عدن نے اٹھنے کی کوشش کی تو عمر کی آنکھ کھل گئی۔

"گڈمارننگ۔آج کافی دنوں بعد مجھے اتنی اچھی نیند آئی"۔اسے ساتھ لگاتے ہوئے عمر نے اسکے گال پر اپنا لمس چھوڑ دیا۔

"لفنگا کہیں کا"۔عدن نے اسے دھکیل کر خود سے دور کیا۔

"پاوں کیسا ہے اب؟"وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم نے جان بوجھ کر مجھے نیند کا انجیکشن لگوایا تھا نا؟"وہ انگلی سے اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے غصے سے بولی۔

"ہاں۔اتنے درد میں تمہیں نیند نہ آتی"۔وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تو عدن تپ گئی۔

"بکومت۔تم سے مطلب مجھے نیند آتی ہے یا نہیں"۔

"ناشتے میں کیا لو گی؟"اسکی بات کو نظرانداز کر کے وہ نارمل سے انداز میں بولا۔

"مجھے چھوڑ کر آو"۔

"تمہیں جلدی کیا ہے جانے کی۔تمہارا کونسا کوئی انتظار کر رہا ہے۔ویسے بھی جو کر رہا ہے اس کی کونسا قدر ہے تمہیں؟وہ نروٹھے پن سے بولا۔

"خیر کل جب تم سو رہی تھیں تب نومی کی کال آئی تھی۔میں نے بتا دیا ہے کہ تم میرے ساتھ ہو"۔بہت آرام سے وہ اسے بتا رہا تھا جو غصے سے بگڑے تیور لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری کالز ریسیو کرنے کی"۔

New Era Magazine

"وہ بار بار کال کر رہا تھا۔پریشان تھا"۔ عمر نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟"کافی دیر کی خاموشی کو عدن کی آواز نے توڑا تھا۔

"تمہیں چاہتا ہوں میں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم واپس آجاو۔ میرے گھر میں میری زندگی میں۔ سب کچھ تمہارے بغیر پھیکا سا ہو گیا ہے۔مجھے تمہاری اور تمہاری باتوں کی عادت ہو گئی ہے۔سچ پوچھوں تو میرا دل ہی نہیں کرتا کہ میں گھر جاوں اپنے ہی گھر سے اپنے ہی کمرے سے عجیب سی وحشت ہو گئی ہے۔سب کچھ تمہارے بغیر نامکمل ہو گیا ہے۔اپنا گھر اپنی فیملی اور اپنا آپ کمپلیٹ کرنا چاہتا ہوں میں۔ صرف اور صرف تمہیں چاہتا ہوں میں"۔عدن کا ہاتھ تھامے وہ بہت محبت سے بول رہا تھا۔وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"بہت سارے سوال ہیں میرے دل اور دماغ میں مگر کوئی سوال نہیں پوچھوں گا صرف ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ اگر میں کہوں کہ میں اپنی بیوی کو واپس گھر لے جانے کے لئے آیا ہوں تو کیا وہ میرے ساتھ چلے گی؟"وہ اسکے دونوں ہاتھ تھامے اسکے سامنے بیٹھا آس سے پوچھ رہا تھا جبکہ عدن صرف خاموشی سے اسکے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

"جلدی میں کوئی فیصلہ مت کرنا۔ تم چاہو تو وقت لے لو۔ جو کہو گی میں وہی کروں گا۔ تمہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں دونگا۔اپنی غلطیوں کی وجہ سے ایک بار تمہیں کھو چکا ہوں دوسری بار یہ غلطی نہیں کرنا چاہتا"۔وہ اسکا چہرے اپنے ہاتھوں میں لئے بول رہا تھا۔اسکی آنکھوں سے محبت چھلک رہی تھی۔عدن نے نگاہیں جھکا لیں۔ماضی کی بہت سی تلخ باتیں دماغ میں گھوم گئی تھیں۔آنکھوں کے کٹورے آنسوؤں سے بھر گئے تھے۔

"مجھے واپس چھوڑ آو"۔رندھی ہوئی آواز میں وہ اتنا ہی کہہ سکی۔عمر خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

"چلو"۔عمر اسے سہارا دیتے ہوئے باہر لے آیا۔گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے نظر بھر کر اسے دیکھا۔مطلوبہ گھر کے سامنے گاڑی روک کر اس نے بیل دی۔اندر سے شہروز نکلا تھا۔عمر نے اسکی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت دیکھی تھی۔وہ عمر سے بغیر کچھ کہے عدن کو سہارا دیتے ہوئے اندر لے گیا۔

"یہ اب کیوں آیا تھا یہاں؟"شہروز غصے سے چلا رہا تھا۔

"مجھے واپس لینے"۔وہ بیڈ پر اپنا زخمی پاوں پھیلاتے ہوئے بولی۔

"اسکا منہ کیوں نہیں توڑ دیا تم نے"۔شہروز کا غصہ کسی صورت کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔اس نے نومی سے بھی رات کو اچھا خاصہ جھگڑا کیا تھا کہ اس نے عمر کو اجازت کیوں دی عدن کو وہاں روکنے کی۔

"شہروز بس کرو"۔اندر آتے نومی اور فرح نے اسکی سب باتیں سن لی تھیں۔

"نومی تمہاری وجہ سے میں نے اسے کچھ نہیں کہا۔اب اگر وہ میرے سامنے آیا تو میں اسے جان سے مار دوں گا"۔شہروز کا غصہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔عدن نے اس کی طرف غور سے دیکھا جو صرف اسکی وجہ سے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ ابراڈ شفٹ نہیں ہوا تھا۔

"بس کر دو یار۔تم دونوں کیوں بحث کئے جا رہے ہو۔یہ لو چائے"۔فرح عدن کو چائے دیتی ہوئی اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"اگر وہ شرمندہ ہے اور تمہیں لینے آیا ہے تو اسکے ساتھ چلی جاو۔ عورت شوہر کے بغیر کچھ نہیں ہوتی چاہے اسکے پاس اور کتنے ہی رشتے کیوں نہ ہوں"۔ فرح نے محبت سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بھابھی یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ آپ دونوں کو کچھ نہیں پتا"۔ شہروز نے فرح کو سمجھانا چاہا۔

"شہروز میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ آج اگر ہم ان دونوں کا تعلق ختم بھی کروا دیتے ہیں تو کیا بھروسہ کل کو جو اس کی زندگی میں آئے وہ اچھا ہی ہو۔ اب اگر وہ اپنی غلطیاں مان کر اسے پوری عزت سے اپنے گھر لیکر جانا چاہتا ہے تو ہمیں اس پر بھروسہ کرنا چاہیئے"۔ فرح نے شہروز کو سمجھایا۔

"میں اس کے گھر کیسے جا سکتی ہوں؟" عدن جو ان دونوں کو سن رہی تھی اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ تمہیں خود لینے آیا ہے۔۔۔" اس سے پہلے کہ فرح کچھ کہتی وہ بول پڑی۔

"انکل کے علاوہ کوئی مجھے وہاں دیکھنا نہیں چاہتا۔ آنٹی بھی نہیں"۔ آنسو روکنے کے باوجود باہر نکل آئے تھے۔

"رو کیوں رہی ہو۔ ہم تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کریں گے"۔ فرح نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"اب تو بتاؤ کہ تم اس گھر کو چھوڑ کر کیوں آئی تھیں؟" نومی نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آنٹی نے میرے سامنے اپنے زیور اور کچھ کاغذات رکھ دیئے تھے۔ انکے کسی گھر کے پیپرز تھے۔ انہوں نے کہا میں وہ سب لے لوں اور عمر سے خلا لے لوں۔ مجھے رہنے کے لئے گھر مل جائے گا، گزارا کرنے کے لئے پیسے اور انکے بیٹے کی مشکل آسان ہو جائے گی۔

انہوں نے کہا کہ وہ اس رشتے کے لئے انکل کی وجہ سے مانی تھیں۔ عمر کے سر پر مجھے مسلط کیا گیا ہے۔ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے۔ یہ اسکے ساتھ ناانصافی ہے۔ وہ اس رشتے کو ختم کرنا چاہتا ہے مگر انکل کی وجہ سے مجبور ہے"۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"انہیں تو میرا انکل سے بات کرنا بھی پسند نہیں ہے۔ وہ کہتی ہیں انکے لئے میری انٹینشنز غلط ہیں۔ وہ کیسے کہہ سکتی ہیں یہ؟" روتے روتے اسکی گھگھی بندھ گئی تھی۔ نومی نے اسے اپنی ساتھ لگا لیا۔

"آمنہ کو لگتا ہے میں دنیا کی سب سے خراب لڑکی ہوں۔ وہ مجھے بے عزت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی ہے۔ اپنی پھپھو کے ساتھ پلان بنا رہی تھی کہ کس طرح مجھے کیریکٹر لیس پروف کر کے اس گھر سے نکالا جائے۔ میں اگر اس گھر میں چلی بھی جاوں تو کیا بھروسہ ہے کہ وہ لوگ مجھے ایکسیپٹ کریں گے؟" وہ نومی کے سینے سے لگی روتے ہوئے بولی۔

"ان کے لئے میرا یتیم مسکین ہونا میرا سب سے بڑا جرم ہے۔مجھے دولڑکوں نے پالا ہے یہ میرا جرم ہے۔میں دولڑکوں سے ملتی ہوں,ان کے ساتھ کھانا کھاتی ہوں,اٹھتی بیٹھتی ہوں یہ میرا جرم ہے۔ان کے بیٹے نے مجھے ایکسیپٹ نہیں کیا یہ میرا جرم ہے۔اپنے ماں باپ کے ساتھ میں مرکیوں نہیں گئی یہ میرا جرم ہے۔میں اور فنیچ میں پلی اسکے بعد ہوسٹلز میں رہی اس لئے میرا کردار انکے لئے مشکوک ہے۔کہتی ہیں کون جانے میں نے اپنے رات دن کہاں اور کس کے ساتھ گزارے ہیں۔میری زندگی کو ایک سوالیہ نشان بنا دیا ہے انہوں نے۔اپنی ہی نظروں میں مجھے دوکوڑی کا کر کے رکھ دیا ہے"۔آنسو اسکے حلق میں پھنس گئے تھے۔

"اگر اب بھی آپ لوگوں کو لگتا ہے کہ مجھے واپس چلے جانا چاہئے تو اسے کہہ دیں مجھے لے جائے"۔وہ انتہائی ضبط سے کہتی ہوئی دیوار کا سہارا لئے کمرے سے نکل گئی۔نومی سر تھامے بیٹھ گیا۔اسکی گڑیا جسے انہوں نے ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کی تھی وہ کتنی دکھی تھی اسے آج احساس ہوا تھا۔وہ تو آج تک اسکے درد سے ناآشنا ہی رہا تھا۔

"گڈمارننگ"۔فرح اسے اٹھاتے ہوئے بولی۔

"گڈمارننگ"۔

"آج تو تم بہت دیر تک سوئی ہو"۔فرح نے پردے درست کرتے ہوئے کہا۔

"رات نیند نہیں آرہی تھی تو پلز لے لی تھیں"۔اس نے ہاتھوں سے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے کہا۔

New Era Magazine

"فریش ہو جاو میں ناشتہ لاتی ہوں۔اکٹھے کھائیں گے"۔فرح اسکے بال سہلاتے ہوئے بولی۔

"آئی ایم سوری۔میری وجہ سے آپ سب پریشان ہو گئے ہیں۔آپ عمر کو کہہ دیں میں چلی جاوں گی اسکے ساتھ"۔ساری رات سوچ سوچ کر وہ جس فیصلے پر پہنچی تھی فرح کو اس سے آگاہ کر رہی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ ہم تمہارے یہاں رہنے سے پریشان ہیں؟ہمیں کوئی بھی چیز تم سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔تم اکیلے ہی ان سب کے رویے برداشت کرتی رہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلنے دیا۔مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا کہ تم اتنی بڑی ہو گئی ہو"۔فرح نے اسکے ہاتھ تھامتے ہوئے پیار سے کہا۔

"بس اب آنسو صاف کر لو۔اللہ سب ٹھیک کرے گا"۔

دو ہفتے ہو گئے تھے عمر نے اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔اسکا پاوں کچھ بہتر ہوا تو اس نے سکول جانا شروع کر دیا۔ایک دن سکول سے واپسی پر اسے عمر ملا تھا۔وہ شاید بیل بجا کر دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔اسکے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

عدن کو لگا زندگی رک گئی ہے۔وہ اس رشتے سے خوش نہیں تھی مگر طلاق کا سوچتے ہی اسے کچھ ہونے لگتا تھا۔عمر نے اسے کوئی خواب نہیں دکھائے تھے,کوئی فرض ادا نہیں کیا تھا مگر پھر بھی وہ یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہتی تھی۔نہ جانے کب عمر کے لئے اسکی فیلنگز بدل گئی تھیں۔اسکے

New Era Magazine

اتنے روڈ بی ہیو کے باوجود اسے اسکی عادت ہو گئی تھی۔اسی کی وجہ سے وہ آمنہ اور شہلا کی ہر بات برداشت کرتی رہی تھی۔جب اسے پتا چلا تھا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے تو اسی کی خاطر وہ گھر چھوڑ آئی تھی مگر عمر کا نام لیکر آمنہ اور شہلا نے اسے جو کچھ کہا تھا اسکے بعد اس نے اپنے جزبات کو سلا دیا تھا۔

ماضی کو سوچتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ گیٹ تک پہنچی۔عمر اسے دیکھ چکا تھا مگر بولا کچھ نہیں۔تبھی شہروز نے گیٹ کھول دیا۔وہ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اسکے ساتھ ہی اندر چلا گیا جبکہ وہ گیٹ بند کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کافی دیر کے بعد فرح اسے بلانے آئی تو وہ سر جھکائے اسکے ساتھ ڈائننگ روم میں آگئی۔نومی نے اسکے سامنے فائل کر دی۔

"جس دن عمر تمہیں گھر چھوڑ کر گیا تھا اس سے اگلے دن ہم نے اس سے بات کی تھی۔جو کچھ بھی ہوا یہ اس سب پر بہت شرمندہ ہے"۔نومی سے بات کا آغاز کیا تھا۔

"یہ تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا جبکہ ہم تمہیں اس گھر میں دوبارہ بھیجنا نہیں چاہتے۔اس سب کا ہم نے یہ حل نکالا کہ تم دونوں ایک الگ گھر میں رہو گے۔یہ اسی گھر کے کاغذات ہیں۔یہ تمہارا گھر ہے۔عمر نے یہ تمہارے نام کر دیا ہے۔تم اب پیکنگ کر و یہ تمہیں لینے آیا ہے"۔

نومی کی بات سن کر وہ بنا کچھ کہے کمرے میں آگئی تھی۔

New Era Magazine

تھوڑی دیر بعد شہروزاور نومی بھی کمرے میں آئے تھے۔وہ خاموشی سے پیکنگ کر رہی تھی۔

نومی نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"وہ بہت شرمندہ ہے۔بہت محبت کرتا ہے تم سے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم تمہیں کبھی بھی اسکے ساتھ نہیں بھیجتے۔لیکن اگر تم جانے سے انکار کرنا چاہو تو ہم تمہیں منع نہیں کریں گے۔تم میری بہن ہی نہیں میری بیٹی بھی ہو۔یہ گھر جتنا میرا اور فرح کا ہے اتنا تمہارا بھی ہے۔میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم اسے ایک موقع دو۔میرا مان رکھو گی نا؟نومی نے اسکے بال سہلاتے ہوئے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔شہروز نے بھی بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

دوپہر کا کھانا کھا کر وہ واپسی کے لئے نکلے تھے۔وہ اس سب وقت میں خاموش ہی رہی تھی۔ واپسی پر بھی انکے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔گاڑی اس نے ایک فلیٹ کے سامنے روک دی تھی۔اسکا سامان لیکر وہ اندر آ گیا۔وہ پیچھے چلتی ہوئی اندر آئی اور ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اندر کمرے میں آرام کر لو"۔عدن کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ بولا۔وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ وہ فریش ہو کر واش روم سے آئی تو وہ فلیٹ سے باہر نکل گیا۔وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔اسکی آنکھ کب لگی اسے پتا ہی نہیں چلا۔دروازہ کھلنے پر اسکی آنکھ کھلی۔

"کھانا لا یا تھا کھا لو"۔عمر نے اندر آتے ہوئے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پاؤں کیسا ہے اب؟"وہ اسکے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے"۔

"سمجھ نہیں آرہا کہ ماضی کی غلطیوں کے لئے معافی پہلے مانگوں یا پھر میرے ساتھ آنے کے لئے شکریہ پہلے ادا کروں۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ تم کیا کچھ فیس کرتی رہی ہو۔ میں نے خود تمہیں اتنا حق نہیں دیا کہ تم اپنا دکھ ہی مجھ سے شیئر کر سکو"۔ عمر سنجیدگی سے بولا۔ عدن صرف منہ جھکائے بیٹھی تھی۔

"میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو میرے جزبات کی ترجمانی کر سکیں۔ بس ایک وعدہ کرتا ہوں۔ آئندہ وہ کچھ نہیں ہو گا جو پہلے ہوا ہے"۔ وہ دکھ سے بولا عدن نے اسکی آنکھوں کو بھیگتے دیکھا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

● اک ادا سے دل چھلنی، اک ادا تسلی کی

یار من ستم گر بھی، یار من مسیحا بھی

"سو جاو۔ رات بہت ہو گئی ہے"۔ عدن کو ایسے بیٹھے دیکھ کر عمر نے کہتے ہی لائٹ آف کر دی اور خود کمرے سے نکل گیا۔

New Era Magazine

اسے وہاں آئے چو تھا دن تھا۔اس نے فرح کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اسے معاف کر کے نئی زندگی گزارنے فیصلہ کیا تھااور اس پر عمل بھی کر رہی تھی۔اسکا ہر کام خود سے کر رہی تھی مگر عمر اس سے دور دور ہی رہتا تھا۔ صبح کو جا کر شام کو لوٹتا اور کھانا کھا کر جلدی اپنے کمرے میں چلا جاتا تھا۔

"کل سنڈے ہے"۔وہ عمر کو ناشتہ دیتے ہوئے بولی۔

"کہیں جانا ہے؟"اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں تمہیں جانا ہے۔گھر جانا ہے"۔وہ اسکے ساتھ والی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میرا گھر یہ ہے"۔عمر نے خفگی سے کہا۔

"اصل گھر وہ ہے۔وہی رہے گا۔وہاں سب انتظار کر رہے ہونگے۔سب کچھ ختم ہو سکتا ہے مگر خون کے رشتے نہیں۔میری وجہ سے انہیں مت چھوڑو۔

ان کا طریقہ غلط تھا مگر وہ سب تمہاری بھلائی چاہتے تھے۔انہوں نے وہ سب تمہاری محبت میں کیا"۔اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"کسی کی محبت میں اسکے سکون کی خاطر کسی دوسرے کی راتوں کی نیند تک چھین لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ کہاں کا انصاف ہے یہ؟ تم بتاؤ مجھے کیا تم معاف کر سکتی ہو انہیں؟"غصے سے کہتے ہوئے اس نے آخر میں اسی سے سوال کر ڈالا۔

"میں معاف کرنے والی کون ہوتی ہوں۔ مجھے ان سے بس اتنا ہی گلہ ہے کہ اگر وہ سب چاہتے تھے کہ میں اس گھر سے چلی جاؤں تو یوں ہی کہہ دیتے۔ یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خیر جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ کل چلے جانا وہاں"۔ اداسی سے کہتے ہوئے اس نے آخری بات لاپرواہی سے کہی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا ہے"۔ وہ کرسی کو پیر سے دھکیلتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

وہ جب سے وہاں آئی تھی وہ دونوں الگ کمروں میں رہتے تھے۔ عمر پہلے کی نسبت بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ فرح اسے بار بار کال پر اپنے اور عمر کے درمیان فاصلے کم کرنے کی کوشش کرنے کو کہتی تھی مگر اسکی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ خود بھی اسکی طرف پیش قدمی سے ڈرتی تھی۔ عورت تھی یہ کام تو عمر کو کرنا چاہیئے تھا جو اس سے بے نیازی برت رہا تھا۔

رات کھانے پر وہ آیا تو عدن نے کچھ ہچکچاتے ہوئے اسے پکارا۔ اس نے منہ اٹھائے بنا ہوں کہا۔

"اگر میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلوں تو جاؤ گے؟" اسے اپنی وجہ سے عمر کا اپنے گھر سے دور رہنا برا لگ رہا تھا اوپر سے شہلا اسے نہ جانے آئے روز کال کر کے کیا کیا سناتی رہتی تھیں۔

"کس نے کہا ہے تمہیں مجھے گھر بھیجنے کا؟"

"کسی نے بھی نہیں"۔اسکے ایک دم صحیح اندازے پر وہ گڑبڑا گئی۔آج ہی تو شہلا نے اسے کال کر کے عمر کو گھر بھیجنے کا کہا تھا۔اتنا سب ہونے کے باوجود انہیں کوئی پشیمانی نہیں تھی۔وہ تو بس اپنے بیٹے کی فکر میں گھلی جا رہی تھیں۔

"عدن صحیح صحیح بتاو"۔وہ غصے سے پوچھ رہا تھا۔

"کھانا کھاو ٹھنڈا ہو رہا ہے"۔عدن نے روٹی اسکی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"تم بتا رہی ہو یا نہیں؟"وہ اس دفعہ اونچی آواز میں بولا تھا۔

"وہ شرمندہ ہیں۔مجھے ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔ہر شخص اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔انہوں نے جو کیا میرے ساتھ کیا تم پلیز میری وجہ سے ان سے دور مت ہو۔ایٹ لیٹس ان سے مل لیا کرو"۔وہ شان بے نیازی سے بولی۔وہ ایسی ہی تھی۔دوسروں کے برے رویوں کو اگنور کرنے والی۔عمر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم ان سے ناراض نہیں ہو؟"اس نے اسے جانچتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میری ناراضگی انکے لئے میٹر نہیں کرتی"۔وہ خود کا مزاق اڑاتے ہوئے بولی۔

"یوں کیوں نہیں کہتیں کہ تم ان کے لئے میٹر نہیں کرتیں"۔عمر نے تنفر سے کہا۔

"میں تو تمہارے لئے بھی میٹر نہیں کرتی۔پھر بھی زبردستی کا رشتہ نبھا رہے ہو۔مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں"۔وہ بھیگے لہجے میں کہتی وہاں سے چلی گئی۔عمر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔وہ تو اس سے اس لئے دور رہ رہا تھا کہ اسے تھوڑا وقت دے سکے مگر وہ غلط فہمی کا شکار ہو رہی تھی۔اٹھنے سے پہلے اس نے عدن کی غلط فہمی دور کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

New Era Magazine

عمر اسکے روم میں آیا تو وہ سر تک کمبل تانے لیٹی ہوئی تھی۔ آہستہ سے چلتا ہوا وہ اسکے پاس آیا اور اسکے چہرے سے کمبل اتار دیا۔

"کیا ہوا ہے؟" عمر نے اسکی بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں"۔ اس نے اپنا رخ موڑ لیا۔

"ادھر دیکھو میری طرف"۔ عمر نے اسکا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے جاؤ یہاں سے"۔ وہ کروٹ بدلتے ہوئے بولی تو عمر نے اسے کندھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔

"میری نیندیں اڑا کر تمہیں نیند آ رہی ہے"۔ وہ معصومیت سے بولا۔

"عمر جاؤ یہاں سے۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"مگر مجھے تو کرنی ہے نا۔ تمہاری ہر غلط فہمی دور کرنی ہے"۔ عمر نے اسکے چہرے پر آنے والی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔ اسکی خمار آلود آواز عدن کے دل کی دھڑکنوں کو بڑھا رہی تھی۔

"تمہیں بتانا ہے کہ تم میرے لئے کیا ہو۔ میری زندگی میں تمہارا کیا رول ہے"۔ محبت سے کہتے ہوئے اس نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔ عدن کی لرزتی پلکیں مزید جھک گئیں۔ حیا کی لالی چہرے پر بکھر گئی تھی۔

New Era Magazine

"مانتاہوں یہ شادی زبردستی میری مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔پھر تم سے لڑتے لڑتے اس دل نے کب سرینڈر کر دیا مجھے پتا ہی نہیں چلا۔مجھے تب سمجھ آیا جب تم گھر میں نہیں ملیں۔وہ پہلی رات تھی جب مجھے پتا چلا کہ مجھے تم سے محبت ہے۔کتنی ہے اسکا اندازہ تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہو گیا۔تمہارے لئے سب سے بائیکاٹ کر کے بیٹھا ہوں۔اب بھی اگر تمہیں میری محبت پر یقین نہیں ہے تو بتاو کیا کروں کہ تمہیں یقین آ جائے"۔اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں لئے اسکے کندھوں کو تھامے وہ اس کے چہرے پر جھکا ہوا بیٹھا تھا۔

"جو کہوں گی وہ کروگے ؟"عدن نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"حکم تو کرو"۔عمر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر چلے جاو۔ان سے مل لو خود کو اور انہیں تکلیف مت دو"۔اس سے آگے وہ مزید کچھ کہتی عمر نے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کرا دیا۔عدن تو اسکے لمس پر پوری جان سے لرز گئی۔

"اوکے مل لوں گا مگر ہم وہاں جب تک نہیں جائیں گے جب تک وہ تم سے اپنے کئے کی معافی نہ مانگ لیں"۔اسکی ناک کو دباتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔

"مجھے انکی معافی کی ضرورت نہیں ہے"۔عدن نے نظریں جھکائے کہا۔عمر کی جزبات لٹاتی آنکھوں میں وہ زیادہ دیر تک دیکھ نہیں سکی تھی۔

New Era Magazine

"مجھے ہے۔جب تم مجھ سے جڑے رشتوں کی عزت کرتی ہو تو وہ تمہاری کیوں نہیں کرتے"۔ عمر نے غصے سے کہا۔

"اچھا چھوڑو یہ بتاو کب جاوگے وہاں؟"

"چلا جاوں گا پہلے اپنی محبت سے تو مل لوں"۔ عمر کہتے ہوئے اسکی طرف جھکا تو وہ پیچھے ہٹنے لگی مگر عمر کی بروقت پیش رفت نے اسے ناکام بنا دیا۔

"اتنے دنوں بعد ہاتھ آئی ہو ایسے تھوڑی جانے دوں گا"۔ عمر نے اسے اپنے اندر سموتے ہوئے کہا۔

اس رات اس نے عدن سے جو وعدہ کیا وہ وفا کر کے دکھایا۔وہ اپنے گھر تب تک نہیں گیا جب تک شہلا اور آمنہ نے عدن سے اپنے کئے کی معافی نہیں مانگ لی۔وہ واپس گھر شفٹ نہیں ہوئے تھے۔البتہ وہ ہر دوسرے دن گھر ضرور جاتا تھا۔اپنی فیملی کو سپورٹ کرتا تھا۔وہ جانتا تھا کہ اسکی ماں نے عدن کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔معافی بھی اسی کی وجہ سے مانگی تھی۔ اس لئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماضی میں جو ہوا وہ سب دوبارہ ہو۔اس لئے اس نے بیوی اور ماں دونوں کو الگ رکھتے ہوئے ان کے حقوق ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔اس فیصلے میں اسکی سب سے زیادہ سپورٹ اسکے باپ نے کی تھی۔

وقت کے ساتھ عمر کا فیصلہ درست ثابت ہوا تھا۔وہ جہاں عدن کو پا کر خوش تھا وہیں عدن بھی اسکی محبت کو پا کر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتی تھی کہ اس نے روائیتی مردوں کی طرح ماں کی محبت میں بیوی کو برباد کرنے کے بجائے وہ مصلحت سے کام لیکر دونوں کو انکا حق دے رہا

تھا۔ اللہ اسکے رشتوں کے ساتھ انصاف کرنے سے خوش تھا جبھی تو اس نے انہیں بیٹی جیسی رحمت سے نوازا تھا۔ عدن اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی وہ کم تھا۔ اللہ نے اس سے ماں, باپ, بھائی لئے تھے تو انکی جگہ انکل جیسا باپ, شہروز اور نومی جیسے بھائی, عمر جیسا یارِ من اور ایک خوبصورت سی بیٹی سے نواز دیا تھا۔ وہ تو سجدہ شکر کرتی نہ تھکتی تھی۔

ختم شد

نوٹ

یارِ من از حجاب فاطمہ پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine